شمس آباد (چھچھ) کا

ایک علمی خانوادہ

ترتیب وتدوین:

ابوظفیر خان محمد عمر توحیدی

ضابطہ

کتاب ---------- شمس آباد (ضلع اٹک) کا ایک علمی نوادر

مؤلف ---------- حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم محمد عثمان ثاقب شمس آبادی

ترتیب و تدوین ---- ابو عمیر خان محمد عمر توحیدی

صفحات ---------- ۱۱۲

بار اول ---------- نومبر ۲۰۱۲ء

تعداد ---------- پانچ صد

ناشر ---------- اسعد اکیڈمی حضرو (اٹک)

حروف چینی ---------- ثنی پرنٹنگ ایڈوائزر، حضرو

مطبع ---------- اشاعت اکیڈمی، محلہ جنگی، پشاور

قیمت ---------- 160/- روپے

﴿ملنے کا پتہ﴾

میرا کتب خانہ

محلہ محمد حکیم خان، حضرو (اٹک)

موبائل +92-300-5407100

انتساب

حضرت مفتی محمد عثمان نور اللہ مرقدہٗ کی چہیتی صاحبزادی اور

میری شریکِ حیات **ام ظفیر امتہ الحفیظ عمر کے نام**

جس نے میرے راحت وسکون کے لیے اپنا ہر سُکھ چین قربان کر دیا

ہے اور مجھے اُس کی رفاقت پہ فخر ہے۔

ابو ظفیر خان محمد عمر توحیدی

محمد عمر توحیدی

217 براڈوے' چاڈرٹن' اولڈھم' یوکے

پوسٹ کوڈ: OL9 8RR

فون نمبر: +0044 7868 292981



MUHAMMED UMER TOHIDI

217 BROADWAY

CHADDERTON

OLDHAM

GTR MANCHESTER

OL9 8RR UK

CONTACT NO: +0044 7868 292981



فہرست



عرضداشت

آج سے کچھ ہی عرصہ قبل میں نے حضرت مولانا مفتی محمد عثمان نوّر اللہ مرقدہٗ کا ایک مقالہ ''تذکرہ حضرت مفتی محمد عمرؒ'' شائع کرنے کی سعادت حاصل کی تو علمی و مذہبی حلقوں نے بے پناہ پذیرائی بخشی، جس سے میرے حوصلے بلند ہوئے اور میں نے حضرت مفتیؒ کا ایک اور مقالہ سامنے لانے کا فیصلہ کیا، چونکہ یہ مقالہ بھی حضرت مفتیؒ کے خاندان سے متعلق ہے، اس لیے فیصلہ کیا گیا کہ پہلے سے مطبوعہ مقالہ ''تذکرہ مولانا مفتی محمد عمرؒ'' اور یہ مقالہ یکجا مرتب کر کے شائع کیے جائیں، تاکہ اس خانوادے کا بھرپور تعارف علمی دنیا کے سامنے آجائے۔

زیرِ نظر مقالہ حضرت مفتیؒ نے اپنے دادا مرحوم حضرت مولانا فضلِ حق محدث شمس آبادیؒ کے حیات و سوانح سے متعلق تحریر کیا تھا اور اس کی روداد بھی ''تذکرہ مولانا مفتی محمد عمرؒ'' سے کسی طور مختلف نہیں ہے۔ یہ مقالہ بھی انتہائی خستہ و بوسیدہ حالت میں تھا۔ آفرین ہے کہ مفتی محمد عثمانؒ کی اہلیہ محترمہ ام سہیل نے اس مقالہ کو بھی انتہائی محبت و عقیدت کے ساتھ سنبھال کر دست بردِ زمانہ سے بچائے رکھا۔ اب ہر دو شخصیات کے سوانحی حالات یکجا سامنے آنے سے اس خاندان کے کئی مخفی گوشے سامنے آئیں گے۔ بقول مولانا مفتی محمد عثمانؒ ''کم از کم پنجاب میں محدث شمس آبادیؒ پہلے قاری تھے، جو حجاز سے پورا قرآن تحقیق و تدقیق سے پڑھ کر مصری لہجہ میں سندِ فراغت لے کر آئے تھے۔'' اس سے جہاں اس علمی خانوادہ کی علمیت کا اندازہ ہوتا ہے، وہیں اس خاندان کی قدامت اور اس کے بزرگوں کی حصول علم کی تلاش و جستجو کا بھی بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ محدثِ شمس آبادیؒ نے کس طرح کس مپرسی کے

عالم میں مکہ معظّمہ تک رسائی حاصل کر کے وہاں کے علوم و معارف سے اپنا دامن بھر بھر لیا۔ یہ ساری سرگزشت اس سے پہلے سامنے نہیں آئی ہے اور نہ ہی علمی و مذہبی حلقوں کو محدث شمس آبادیؒ کے بارے میں زیادہ آگاہی ہے۔ اس مقالہ کے منصۂ شہود پہ آنے سے علمی دنیا کو پہلی دفعہ معلوم ہوگا کہ چھچھ کی مٹی میں کیسے کیسے گوہر ہائے آبدار پوشیدہ ہیں۔ اے کاش! یہ مقالہ بھی ''تذکرہ مفتی محمد عمرؒ'' کی طرح بھرپور ہوتا تو ایک مکمل تاریخ کی حیثیت رکھتا مگر مؤلف یہ مقالہ محدثِ شمس آبادیؒ کے اساتذہ کرام تک ہی لکھ پائے تھے۔ ممکن ہے اگر مکمل بھی لکھا ہو تو اس کے بقیہ صفحات محفوظ نہیں ہیں۔ اس لیے میں نے اپنے طور پہ محدّثِ شمس آبادیؒ کی اولاد و احفاد اور وفات وغیرہ کے حوالے سے تحقیق کے ساتھ لکھ کر اسے مکمل کرنے کی کوشش کی ہے۔

یہ مقالہ بھی آج سے کم و بیش نصف صدی قبل تحریر کیا گیا تھا، یہی وجہ ہے کہ اس میں جن اشخاص کا ذکر خیر ہوا ہے وہ اب یقیناً قید حیات سے آزاد ہو چکے ہوں گے۔ اسی لیے ان میں سے بعض معلوم افراد کے بارے میں مختصر تعارفی نوٹ بھی دے دیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس مقالہ کے حوالے سے بھی ''تذکرہ مفتی محمد عمرؒ'' میں ''عرضِ مرتب'' کے عنوان سے جو تفصیلات دی گئی ہیں، بعینہٖ اس مقالہ کی بھی وہی صورتِ حال ہے۔ البتہ میرے مکرم جنابِ راشد علی زئی کی کوششوں سے ماہنامہ ''تعلیم القرآن'' راول پنڈی میں مطبوعہ اسناد کی نقول اور بعض مطبوعہ فتاویٰ حاصل کر کے ان صفحات میں شامل کر دیئے گئے ہیں۔ اسی طرح قابلِ صد احترام مولانا صالح محمد خان مدظلہٗ جو ایک معروف صاحبِ علم و قلم اور ہفت روزہ ''خدام الدین'' لاہور کے سابق مدیر ہیں، انہوں نے مؤلفِ محترم اور اپنے استاذِ گرامی (مفتی محمد عثمانؒ) کا بھرپور تعارف تحریر کر کے اس تذکرہ کی اہمیت کو دوچند کر دیا ہے۔ میرے پاس ان کا شکریہ ادا کرنے کو الفاظ نہیں ہیں۔ میں جنابِ مکرم استاذ العلما شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد امتیاز خان دامت برکاتہم کا بھی تہہِ دل سے ممنون ہوں، جنہوں نے اپنے

تاثرات تحریر کر کے میری حوصلہ افزائی کی ہے۔

اسی طرح میرے بعض احباب جنہوں نے دل کھول کے میری حوصلہ افزائی کی، اُن میں خاص طور پہ امام اہلسنت علامہ خالد محمود دامت برکاتہم (سابق چیف جسٹس شرعی عدالت پاکستان)، برادرم مفتی محمد ادریس (بہبودی) ازلنگٹن، قاری عبدالرشید (اولڈہم)، قاری تصور الحق مدنی (جنرل سیکریٹری جمیعت علمائے برطانیہ، برمنگھم، وکیلِ صحابہؓ حضرت مولانا صاحبزادہ امدادالحسن نعمانی (برمنگھم)، مولانا محمد حذیفہ ابنِ مولانا محمد زبیر رحمہ ممبر طفیل خان حضروی (بریڈفورڈ)، معروف صحافی محمد سلیم صابری (لندن)، سلطان محمد خان (سلیم خان) حال مقیم اولڈہم اور عرب امارت سے برادرِ مکرم محمد فیاض انجم وغیرہ قابلِ ذکر اور میرے خصوصی شکریہ کے مستحق ہیں۔

آخر میں جس شخصیت کے ادائے سپاس کا معاملہ ہے وہ میرے محترم ومکرم راشد علی زئی ہیں، جن کی حسبِ سابق اس تذکرہ کی ترتیب واشاعت میں بھی بھرپور رہبری و رہنمائی میرے شاملِ حال رہی ہے، لہٰذا میں اور میری اہلیہ محترمہ ان کا جس قدر بھی شکریہ ادا کریں کم ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے اور مؤلف موصوف حضرت مولانا مفتی محمد عثمان رحمہ اللہ تعالیٰ اور ان کے اجداد کی قبور کو بقعۂ نور بنادے۔ آمین یا الٰہ العالمین O

اولڈھم (یوکے) — ابوظفیر خان محمد عمر توحیدی

15/اکتوبر 2014ء — چیئرمین پاسبانِ صحابہؓ برطانیہ

عرضِ مرتب

علاقہ چھچھ ضلع اٹک میں حضرت مفتی محمد عثمان نور اللہ مرقدہٗ کے خانوادے کو جو علمی شہرت و ناموری حاصل ہے وہ کسی صاحبِ علم سے مخفی نہیں ہے۔ یہ خاندان کئی پشتوں سے منبر و محراب کی خدمت میں مصروفِ عمل ہے۔ اس خاندان کو اللہ تعالیٰ نے درس و تدریس کے ساتھ ساتھ قلم و قرطاس کی دولت سے بھی نواز رکھا ہے۔ حضرت مفتی محمد عثمان نور اللہ مرقدہٗ نے دیوبند سے فراغت کے بعد تمام عمر تعلیم سے سلسلہ جوڑے رکھا۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ انہوں نے تصنیفی و تالیفی سفر بھی جاری رکھا۔ آج سے کچھ عرصہ قبل حضرت مفتی صاحبؒ کی ایک تصنیف ''تذکرہ مصنفین درسِ نظامی'' شائع ہوئی تو علمی حلقوں میں اسے ہاتھوں ہاتھ لیا گیا۔ اسی طرح مفتی صاحبؒ کے ایک دو کتابچے ان کی حیات میں ہی شائع ہو گئے تھے۔ ان کے کئی مضامین ماہنامہ ''تعلیم القرآن'' راول پنڈی اور دوسرے رسائل میں شائع ہوئے۔ اس کے باوجود ان کے کئی مضامین ابھی تک غیر مطبوعہ حالت میں میرے پاس موجود ہیں۔ میری خواہش ہے کہ ان کے مطبوعہ و غیر مطبوعہ مضامین کو اکٹھا کر کے کتابی صورت میں سامنے لایا جائے۔ اس ضمن میں، میں نے اپنے علاقہ کے معروف محقق، شاعر و ادیب، دانشور اور ممتاز صحافی محترم (ماموں) راشد علی زئی کی نگرانی میں تلاش و جستجو کا سفر شروع کر رکھا ہے اور کئی مضامین اکٹھا ہو چکے ہیں، جو جلد ہی منظر عام پر آئیں گے۔ سرِ دست میں نے حضرت مفتی صاحبؒ کے ایک ایسے مقالہ کو سامنے لانے کا فیصلہ کیا ہے، جس سے اس خاندان کے کئی مخفی گوشے سامنے آئیں گے اور جمیعت العلما علاقہ چھچھ، ضلع اٹک کے پہلے باقاعدہ منتخب کردہ مفتی، حضرت مولانا مفتی محمد عمرؒ کی بھرپور جدوجہد، سوانح حیات پہلی دفعہ سامنے آئے گی۔ اس

مقالہ کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ حضرت مفتی محمد عثمانؒ نے یہ مقالہ اپنے والدِ محترم کے بارے میں بذاتِ خود تحریر کیا ہے۔اس لحاظ سے یہ ایک مستند تاریخ کی حیثیت رکھتا ہے۔یہاں یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ یہ مقالہ انتہائی خستہ وبوسیدہ حالت میں تھا۔حضرت مفتی محمد عثمانؒ کی اہلیہ محترمہ اُم سہیل نے اس مقالہ کو انتہائی محبت وعقیدت کے ساتھ سنبھال کر دست بردِ زمانہ سے بچائے رکھا۔{حضرت مفتیؒ کی اہلیہ مولانا عبدالروفؒ (اورنگ آباد' تحصیل فتح جنگ) کی صاحبزادی ہیں۔مولانا عبدالروفؒ (فاضلِ دیوبند) بلند پایہ محقق ومدرس اور عالم ربانی تھے۔(تفصیلات کے لیے دیکھیے:''پٹھانوں کے شاہ ولی اللہ'' صفحہ نمبر 135؛} اور پھر یہ مقالہ شادی میں اپنی بیٹی کو بطور جہیز دے دیا۔

اب میرے اصرار پر میری اہلیہ نے مجھے اجازت دی ہے کہ میں اِن ٹوٹے پھوٹے پرزوں کو ترتیب وتہذیب سے شائع کر کے افادۂ عام کے لیے پیش کردوں۔ اس ضمن میں ان کا جتنا بھی شکریہ ادا کروں کم ہے۔کیوں کہ انہوں نے اپنی والدہ کی طرح اس علمی امانت کو جس طرح حفاظت سے سنبھالے رکھا وہ ان کے حوصلہ وہمت اور اپنے والد محترم سے انتہائی محبت کا ثبوت ہے۔اہلیہ محترمہ نے اس مسودہ کو میرے حوالے کرتے ہوئے یہ شرط عائد کی ہے یہ مسودہ کسی طور بھی کسی کے حوالے نہ کیا جائے۔اور کاپی رائٹ ایکٹ کے تحت کسی بھی شخص کو اس سے کوئی اقتباس' حوالہ' کسی حصے یا پیراگراف کو بغیر تحریری اجازت راقم التحریر کے کہیں نقل نہیں کیا جاسکتا ہے، اس لیے میں نے اس مقالہ کو کتابی صورت میں شائع کرنے سے پہلے ہی اس کے جملہ حقوق قانونی طور پر اہلیہ محترمہ کے نام محفوظ کروادیے ہیں۔اب اس کی اشاعت کا اختیار صرف ''اسد اکیڈمی'' حضرو ضلع اٹک (پاکستان) کو ہے۔

جہاں تک اس مقالہ کا تعلق ہے تو یہ مقالہ آج سے کم وبیش نصف صدی قبل تحریر کیا گیا تھا۔اس وقت اس مقالہ میں مندرج بیشتر اشخاص زندہ تھے، مگر آج اُن میں سے

شاید ہی کوئی شخص زندہ ہو۔اس لیے ترتیب کے وقت تمام علمائے کرام کے ناموں کے ساتھ رحمہ اللہ تعالیٰ کا اضافہ کردیا گیا ہے۔جس صاحب کی تاریخ وفات معلوم ہوسکی ہے،وہ بھی میں نے بریکٹ میں نام کے آگے درج کردی ہے۔اس کے علاوہ تمام مقالہ کو نقل کرتے ہوئے نقل بمطابق اصل کا اصول پیشِ نظر رکھا گیا ہے،تا کہ صاحبِ مضمون کا اپنا اسلوبِ تحریر قائم رہے۔مقالہ میں حتی الوسع کسی لفظ کا بھی اضافہ نہیں کیا گیا ہے۔اس لیے مقالہ اپنی اصلی حالت میں ہے۔

یہ مقالہ جب میرے انتہائی محترم (ماموں) راشد علی زئی نے دیکھا تو انہوں نے اصرار کیا کہ اسے فوراً شائع کروایا جائے تو اُن کے اصرار کے آگے ہم دونوں میاں،بیوی مجبور ہوگئے اور مسودہ ترتیب دے کر اشاعت کے لیے اُن کے حوالے کردیا ہے۔اُن کے اس تعاون کے لیے ہم دونوں ان کے شکر گزار ہیں۔اللہ انہیں جزائے خیر دے۔آمین!

حضرت مولانا مفتی محمد عثمان نوّر اللہ مرقدہ جو اس علمی خانوادہ (مولانا محمد منیرؒ سے مفتی محمد عثمانؒ تک) میں علم وعمل کے اعتبار سے علمی حلقوں میں آخری چٹان تصور کیے جاتے ہیں ... اور آج مجھے یقین ہے کہ اس مقالہ کے منظرِ عام آنے کے بعد حضرت مفتیؒ کی روح بھی مسرور وشاداں ہوگی۔اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت مفتی صاحبؒ اور اُن کے اجداد پہ کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے اور میری یہ کاوش اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر اِسے مقبول بنائے۔آمین!

اولڈھم (یوکے)

13/دسمبر 2013ء

ابوظفیر خان محمد عمر توحیدی

چیئرمین پاسبانِ صحابہؓ برطانیہ،



احوالِ واقعی

زیرِ نظر تذکرہ میرے دادا اکرم حضرت مفتی محمد عمر نوّر اللہ مرقدہٗ اور ان کے والدِ گرامی حضرت مولانا فضل حق محدثِ شمس آبادیؒ سے متعلق ہے۔ یہ میرے والد صاحب (حضرت مفتی عثمان نور اللہ مرقدہ) کی قلمی کاوش ہے۔ والد مرحوم کی وفات کے بعد جس صندوق میں اُن کا علمی سرمایہ محفوظ تھا، میری والدہ مرحومہ نے اُس صندوق کو کوئی بیس سال تک سنبھالے رکھا۔ والدہ صاحبہ مرحومہ اس صندوق کی اس حد تک حفاظت کرتی تھیں کہ اس کو کبھی بھی اپنے سے جدا نہ ہونے دیتی تھیں، اور جب کبھی صندوق کھول کر دیکھتیں تو حسرت سے فرمایا کرتیں کہ: "کاش ہمارے معاشی حالات اجازت دیں تو میں اس سارے کام کو شائع کروادوں" والد صاحبؒ کی ایک کتاب (تذکرہ مصنفین درسِ نظامی) تو اُن (والدہ صاحبہؒ) کی زندگی میں شائع ہوگئی تھی، مگر اس کے علاوہ وہ اور کوئی چیز شائع شدہ نہ دیکھ سکیں۔ متذکرہ تالیف کا مسودہ والدہ مرحومہؒ نے اپنی زندگی میں ہی اپنی بیٹی (اُمۃ الحفیظ فوزیہ) حال مقیم برطانیہ کو دے دیا تھا کہ وہ اسے شائع کروادے۔ اب والدہ مرحومہؒ کی رحلت کے بعد یہ کتاب منصہ شہود پہ جلوہ گر ہو رہی ہے تو عالمِ بالا میں والدہ مرحومہؒ کی روح یقیناً مسرور ہوگی، اور حضرت والد صاحبؒ (حضرت مولانا مفتی محمد عثمانؒ) کی روح مبارک بھی سرشار و شاداں ہوگی۔

سہیل احمد

ابنِ مفتی محمد عثمانؒ



تاثرات

شیخ الحدیث مولانا محمد امتیاز خان مدظلہ

مدرسہ ''جامعہ عربیہ اشاعت القرآن'' حضرو کے قیام سے پہلے راقم الحروف ''جامعہ رحمانیہ'' بہبودی میں تدریس کے فرائض انجام دیتا تھا۔ یہ جامعہ شیخ الحدیث مولانا عبدالرحمٰن کامل پوری رحمہ اللہ تعالیٰ (تلمیذِ خاص حضرت شیخ الحدیث مولانا خلیل احمد سہارن پوری رحمہ اللہ تعالیٰ) نے بنایا تھا اور گاؤں کے لوگ معاونت کرتے تھے۔ اس دوران شیخ الحدیث مولانا محمد صابر رحمہ اللہ تعالیٰ اور شیخ الحدیث مولانا عبدالسلام رحمہ اللہ تعالیٰ دریا گاؤں میں ''مدرسہ حسینیہ'' میں تدریس کے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ یہ مدرسہ شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آبائی گاؤں میں قائم فرمایا تھا۔ اس کے قیام کے وقت حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ تعالیٰ تشریف لائے اور انہوں نے اس کا باقاعدہ افتتاح کیا۔ حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس مدرسہ کا نام اپنے مُرشد و مربی اور استاد حضرت مولانا حسین علی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نام پر ''مدرسہ حسینیہ'' رکھا۔ حضرت مولانا حسین علی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے شاگرد و مرید شیخ الحدیث حضرت مولانا نصیر الدین غورغشتوی رحمہ اللہ تعالیٰ کو خلافت سے بھی نواز

رکھا تھا۔ جب ۱۹۷۱ء میں ''جامعہ عربیہ اشاعت القرآن'' حضرو کا قیام عمل میں آیا تو ہم تینوں دوست اور بچپن کے ساتھی (شیخ الحدیث مولانا محمد صابر رحمہ اللہ تعالیٰ اور شیخ الحدیث مولانا عبدالسلام رحمہ اللہ تعالیٰ اور راقم الحروف محمد امتیاز خان) یہاں اکٹھے ہو گئے، مگر اس سے پہلے ہی اس علاقہ کے علمائے کرام سے ہمارے روابط استوار ہو چکے تھے۔ ہم نے یہاں رہ کر تمام علمائے کرام سے تعلقات مزید مضبوط کیے۔ اس طرح ''جامعہ عربیہ اشاعت القرآن'' حضرو کے مختلف پروگراموں میں علاقہ کے تمام علمائے کرام بلا تفریق تشریف لاتے۔ طلبائے کرام کے امتحانات کے لیے بھی علاقہ کے بڑے بڑے علمائے کرام جامعہ ھذا میں رونق افروز ہوتے۔

علاقہ چھچھ جس کو بخارا سے تشبیہ دی جاتی ہے، یہاں اپنے سینتالیس سالہ قیام کے دوران اس علاقہ میں وہ علمائے کرام دیکھے ہیں، جن کی نظیر کم ہی ملتی ہے۔ ان میں یہ ہستیاں قابلِ ذکر ہیں:

شیخ المشائخ استاذ العلما ولی کامل حضرت مولانا نصیر الدین غورغشتویؒ، شیخ المحدثین حضرت مولانا عبدالرحمٰن کامل پوریؒ (بہبودی)، استادِ محترم شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالقدیر مومن پوریؒ، استادِ محترم شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خانؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالغنیؒ (جلالیہ)، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالقیومؒ (جلالیہ)، مخلصِ محترم شیخ الحدیث حضرت مولانا اظہار الحق مدظلہٗ العالی (جلالیہ)، حضرت مولانا غلام ربانیؒ (بہبودی)، حضرت مولانا حافظ غلام سرورؒ (غورغشتی)، ولی کامل حضرت مولانا عبدالحکیمؒ (حیدر)، حضرت مولانا رشید احمدؒ (ویسہ کامل پور موسیٰ)، حضرت مولانا عبدالجبارؒ (تاجک)، مخلصِ محترم حضرت مولانا محمد

ایوبؒ (یاسین)، مخلصِ محترم حضرت مولانا حافظ زمرد خانؒ (سلیم خان)، مخلصِ محترم شیخ الحدیث حضرت مولانا ظہور الحق مدظلہٗ العالی (دامان)، مخلصِ محترم حضرت مولانا سکندر خانؒ (برہ زئی)، ولی کامل حضرت مولانا میاں خدا بخشؒ (حضرو)، حضرت مولانا عبدالشکورؒ (ساماں)، حضرت مولانا مفتی محمد عمرؒ (شمس آباد)، مخلصِ محترم حضرت مولانا مفتی محمد عثمانؒ (شمس آباد)، حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینیؒ (اٹک)، مخلصِ محترم حضرت مولانا حافظ محمد رفیع الحسینیؒ (حضرو)، حضرت مولانا فضل الرحمٰنؒ (بہبودی)، حضرت مولانا عبدالشکورؒ (بہبودی)، مخلصِ محترم شیخ الحدیث حضرت مولانا قاری سعید الرحمٰنؒ (بہبودی)، حضرت مولانا محمد ابراہیم مدظلہٗ العالی (غور غشتی)، حضرت مولانا قاری محمد امینؒ (سلیم خان)، حضرت مولانا عبدالمتین مدظلہٗ العالی (نرتوپہ)، حضرت مولانا محمود الحسن توحیدی (نرتوپہ)، حضرت مولانا عبدالرحمٰن حمیدیؒ، حضرت مولانا حبیب الرحمٰنؒ ناظم (ویسہ)، شیخ الحدیث حضرت مولانا فضل واحدؒ (ویسہ)، حضرت مولانا عبدالدیانؒ (دامان)، حضرت مولانا کریم اللہ (دامان)، سید محمد یوسف شاہ مدظلہٗ العالی (ہارون)، حضرت مولانا عبدالرؤفؒ (شاہ ڈھیر)، شیخ الحدیث مولانا ضیاء الحقؒ (لنڈی نور پور)، حضرت مولانا منظور الحقؒ (لنڈی نور پور) وغیرہ وغیرہ۔

ان نابغۂ روزگار ہستیوں میں شمس آباد گاؤں کے ایک نامور علمی خاندان کے ایک نامور بزرگ مولانا مفتی محمد عثمان رحمہ اللہ تعالیٰ تھے، جنہوں نے دارالعلوم دیوبند سے سندِ فراغ حاصل کی تھی اور انہیں وہاں شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ، حضرت مولانا عبدالرحمٰن امروہوی رحمہ اللہ تعالیٰ، حضرت مولانا قاری محمد طیب رحمہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ امام انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ

سندھی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی شرفِ تلمذ حاصل ہوا تھا۔ ہمارے حضرو آمد سے قبل ہی چوں کہ اُن کا شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان رحمہ اللہ تعالیٰ سے تعلق خاص تھا اور وہ اُن کے قائم کردہ ''مدرسہ حسینیہ'' دریا میں اکثر طلبا کے امتحانات کے علاوہ بھی تشریف لاتے رہتے تھے۔ اس کے علاوہ وہ ماہنامہ ''تعلیم القرآن'' راول پنڈی کے لیے باقاعدگی سے لکھتے بھی تھے، اسی بدولت اُن کے ساتھ قیامِ دریا کے دوران ہی ہمارے دوستانہ تعلقات ہو گئے تھے۔ جب ہمارا حضرو آنا ہوا تو اُس وقت وہ گورنمنٹ ہائی سکول حضرو میں عربی و اسلامیات کے استاد کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ اپنے گھر پر طلبا کو دینی کتب بھی پڑھاتے تھے۔ آپ سکول سے چھٹی کے بعد اکثر اوقات ہمارے پاس ''جامعہ عربیہ اشاعت القرآن'' حضرو میں آ کر آرام فرماتے۔ اس دوران ان سے مختلف مسائل پر گفتگو رہتی۔ وہ کبھی کبھی اپنے خاندانی حالات بھی بیان فرماتے۔ اپنے والدِ مرحوم مفتی محمد عمر رحمہ اللہ تعالیٰ کے کئی واقعات سنائے۔ مفتی محمد عمر رحمہ اللہ تعالیٰ کو تفسیر، حدیث، فقہ کے علاوہ تمام دینی علوم پر عبور تھا اور اپنے زمانہ میں تمام علاقہ چھچھ میں فتویٰ کا کام سرانجام دیتے تھے۔ حضرت میاں خدا بخش حضروی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ: ''حضرت مفتی محمد عمر رحمہ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھیوں میں سے تھے اور خلافت کے زمانہ میں یہ اگر کوئی بھی فتویٰ دیتے تھے تو آپ کے فتویٰ پر پورا عمل کرایا جاتا تھا۔''

افسوس کہ آج کی موجودہ نسل تو کیا علمائے کرام بھی اُن کے نام و مقام سے بے خبر ہوتے چلے جا رہے ہیں، مگر صد مبارک باد ہو عزیزِ محترم محمد عمر توحیدی کو جنھوں نے مفتی محمد عثمان رحمہ اللہ تعالیٰ ابن مفتی محمد عمر شمس آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ کے پرانے

خاندانی کاغذات کھنگال کر مفتی محمد عثمان رحمہ اللہ تعالیٰ کی دو نایاب تحریریں جو انہوں نے اپنے اجداد سے متعلق لکھ رکھی تھیں، ڈھونڈھ نکالی ہیں، اور اب انہیں ترتیب و تہذیب کے ساتھ شائع کرنے کا اہتمام کر رہا ہے۔ قلم و قرطاس سے تعلق رکھنے والے افراد اس حقیقت سے بے خبر نہیں ہیں کہ یہ جان جوکھوں کے کام ہوتے ہیں اور اس پر وقت کے ساتھ ساتھ کثیر سرمایہ بھی خرچ کرنا پڑتا ہے، مگر عزیزم ان تمام امور سے بخوبی نمٹ کے اس سے قبل مفتی محمد عثمان رحمہ اللہ تعالیٰ کی ایک تحریر "تذکرہ مفتی محمد عمر رحمہ اللہ تعالیٰ" کے نام سے سامنے لا چکا ہے۔ اب زیرِ نظر تالیف اسی تذکرہ کے ساتھ مفتی محمد عثمان رحمہ اللہ تعالیٰ کی ایک اور تحریر "تذکرہ محدثِ شمس آبادی مولانا فضلِ حق رحمہ اللہ تعالیٰ" یکجا کر کے شائع کر رہا ہے۔ جس سے شمس آباد کے اس علمی خاندان کی خدمات سے علمی دنیا کو آگاہی حاصل ہو سکے گی۔ کیوں کہ اس سے قبل اس خاندان کی علمی خدمات پردۂ تاریکی میں تھیں۔

زیرِ نظر تالیف میں علاقہ چھچھ کے جس علمی خاندان کا تذکرہ ہے، اُس کا تعلق شمس آباد گاؤں سے ہے۔ اس علمی خاندان کا سلسلہ مولانا محمد منیر رحمہ اللہ تعالیٰ سے شروع ہوتا ہے۔ اس کے بعد مولانا برہان الدین رحمہ اللہ تعالیٰ، جن کی وفات بدورانِ طوافِ کعبہ ہوئی اور وہیں "جنت المعلیٰ" میں مدفون ہوئے۔ ان کی وفات کے بعد اُن کے صاحبزادے جامع المعقول والمنقول شیخ الحدیث حضرت مولانا فضلِ حق محدّث شمس آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مکہ معظّمہ سے واپس آ کے اس علاقہ میں حدیث کی گراں قدر خدمت انجام دی۔ زیرِ نظر تالیف انہی "محدّث شمس آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ" اور اُن کے نامور فرزند مفتی محمد عمر شمس آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ کے تذکرہ پر

مشتمل ہے، جسے مفتی محمد عمر رحمہ اللہ تعالیٰ کے صاحبزادے مفتی محمد عثمان رحمہ اللہ تعالیٰ فاضلِ دیوبند نے آج سے قریباً نصف صدی قبل تحریر کیا تھا۔ اس کے ساتھ شاگردِ عزیز مولانا صالح محمد خان نے مصنف محترم مفتی محمد عثمان رحمہ اللہ تعالیٰ کے حوالے سے مفصل تعارف لکھ کر اس تذکرہ کی گویا تکمیل کر دی ہے۔ اب پڑھنے والوں کو اس میں تین پشتوں کے حالات ملیں گے۔

یہ تذکرہ معلوم نہیں کب تک گوشۂ گم نامی کی زینت بنا رہتا، مگر آج اسے عوام کے سامنے لانے کی سعادت مفتی محمد عثمان رحمہ اللہ تعالیٰ کے لائق داماد عزیزم محمد عمر توحیدی کو حاصل ہو رہی ہے، اگر یہ تذکرہ سامنے نہ آتا تو یقیناً ضائع ہو جاتا، اس لیے اس ایک اچھی دینی خدمت کے لیے محمد عمر توحیدی کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔ میں تو یہاں تک کہوں گا کہ یہ آں عزیز کا ایک بڑا کارنامہ اور چھچھ میں رجال کی تاریخ میں ایک گراں قدر اضافہ ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ عزیزم محمد عمر توحیدی اور ان کی اہلیہ محترمہ کو ان نیک ہستیوں کے ذکرِ خیر کو شائع کرنے پر اجرِ عظیم عطا فرمائے اور اس کتاب کو قبولِ عام حاصل ہو۔ آمین!



محمد عمر توحیدی کا کارنامہ

مفتی محمد ادریس (بہبودی)
صدر پاسبانِ صحابہؓ برطانیہ

چھچھ کی سرزمین بڑی زرخیز ہے، یہاں بڑے باکمال لوگ پیدا ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں سے علم وعرفان کے چشمے جاری فرمائے۔ اس دھرتی پر خدا جانے علم وفن اور دانش وبینش کے ترشے ہوئے کتنے نگینے انگشتری کمال پر جمائے گئے۔ چھچھ کی اپنی ایک تاریخ ہے اور یہاں کے اکابر وشیوخ ایک حقیقت ہیں، جن سے ملکوں کے لوگوں نے دین الٰہی کا فیض حاصل کیا۔ انہی اکابرینِ چھچھ میں ایک نام مفتی محمد عمرؒ کا بھی ہے۔ جن کا تذکرہ میں نے اپنے استاذِ مکرم شیخ الحدیث مولانا عبدالسلامؒ کی زبانی کئی مرتبہ سُنا۔ مفتی محمد عمرؒ جامع الصفات وجامع المحاسن بزرگ تھے۔ بڑے بڑے علما ان کے فتویٰ پر اعتماد فرماتے تھے۔ انہوں نے واقعی دین کا قشر ولب پایا۔ اُنؒ کے علم کی گہرائیاں بڑی کشادہ تھیں، ان کی زندگی شریعت کے سانچے میں ڈھلی ہوئی اور طریقت کے میزان میں تلی ہوئی تھی۔ وسعت مطالعہ، تدریسی خدمات، افتا، دسترخوان کا وسیع ہونا اور حسنِ اخلاق الغرض ساری صفات میں اپنی مثال آپ تھے۔ وہ خیر وبھلائی پھیلانے کے از حد کوشاں اور رموز فن سے واقف تھے۔ آفرین ہے

نوجوان مجاہد محترم محمد عمر توحیدی پر کہ انہوں نے جس محنت کے ساتھ اس مختصر کتاب میں اپنے ہم نام مفتی محمد عمرؒ کی زندگی کے چند گوشوں کو ترتیب دیا ہے، اس سے پتہ چلتا ہے کہ واقعی توحیدی صاحب نے دریا کو کوزہ میں بند کیا ہے۔ اس مختصر سوانح سے مفتی محمد عمرؒ کی اُجلی شخصیت اور روشن کردار دوپہر کے سورج کی طرح ہم جیسے طالب علموں پر عیاں ہو گیا۔ قارئین اس مختصر سوانح سے ایک مثالی ہستی سے متعارف ہوں گے۔ اللہ انہیں چھچھ کے باقی اکابر جو مولانا فضلِ حق محدّث شمس آبادی اور مفتی محمد عمرؒ کی طرح گوشۂ گم نامی میں پڑے ہیں کے سوانح ترتیب دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ اس کتاب کی ترتیب و تزئین پر محمد عمر توحیدی اور ان کے معاونین صد تحسین و مبارک باد کے مستحق ہیں۔ جزاھم اللہ احسن الجزا O



والہانہ اشتیاق کی ایک خوبصورت مثال!

محمد فیاض انجم علی زئی

متاعِ دین ودانش لٹ گئی اللہ والوں کی
یہ کس کافر ادا کا غمزۂ خوں ریز ہے ساقی

ارضی وسماوی حوادث بھی صادق جذبوں کے آگے سجدہ ریز ہوا کرتے ہیں۔اوراقِ پارینہ کی شیرازہ بندی سہل نہیں ہے۔اگرچہ چہار اطراف سے تمازتِ وحشت وبربریت رگ رگ سے نمِ زندگی چوس لینے کے درپے ہے،لیکن حالات چاہے کتنے ہی اعصاب شکن اور دگرگوں کیوں نہ ہوں،استقامت اور عملِ پیہم پر گرفت مستحکم ہو تو وہاں منازل قدم بوس ہو جاتی ہیں۔جن تلخ اور کٹھن حالات میں برادرِ عزیز محمد عمر توحیدی نے اپنے والہانہ اشتیاق کو بروئے کار لاتے ہوئے جس طرح چمن کی آبیاری کی ہے،اس سے دور دور تک اس کی خوشبو پہنچے گی،راستے معطر ہوں گے اور علمی وادبی فضائیں سدا مہکیں گی۔تاریخ وادیٔ چھچھ محمد عمر توحیدی کی اس کاوش ''تذکرۂ مفتی محمد عمر'' پر ہمیشہ احسان مند رہے گی کہ انہوں نے ایک اہم فریضہ ادا کر دیا۔میں صدق دل سے انہیں اس فرض سے سبکدوش ہونے پر مبارک پیش کرتا ہوں۔کتاب کے بیک ٹائیٹل پر موجود محترم راشد علی زئی کی دل کش تحریر پر تبصرہ مجھ ناچیز کے بس کا روگ نہیں،اس کے لیے میرے پاس لفظوں کی دلکشی اور زباں کا مٹھاس کہاں کہ دادِ تحسین کا حق ادا ہو،ماسوائے اس دعا کے:

ع اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ!

مولانا مفتی محمد عثمان رحمه الله تعالیٰ

(مؤلفِ کتاب۔۔۔ایک تعارف)

مولانا صالح محمد خان صفدر

سرزمینِ چھچھ ---------- علم وادب، تہذیب وثقافت، دولت وثروت اور امارت وقیادت سے ہمیشہ مالا مال رہی ہے۔اسی چھچھ کے موضع شمس آباد میں دو علمی گھرانے تھے، ایک مولانا قاضی غلام جیلانیؒ کا، اور دوسرا مولانا فضلِ حق محدثؒ کا! مفتی محمد عثمان کا تعلق مولانا فضلِ حق محدثؒ کے خاندان سے ہے۔ان کا سلسلۂ نسب حسبِ ذیل ہے:

مفتی محمد عثمانؒ بن مفتی محمد عمرؒ بن مولانا فضلِ حقؒ بن مولانا برہان الدینؒ بن مولانا محمد منیرؒ!

ابتدائی تعلیم:

مولانا مفتی محمد عثمانؒ نے قرآنِ کریم مفتی محمد عمرؒ اور جدّۂ محترمہ سے پڑھا۔ عربی وفارسی کی ابتدائی کتب اپنے جدّ امجد مولانا فضلِ حق محدث شمس آبادیؒ سے پڑھیں۔صرف ونحو کی مبادیات ''کافیہ'' تک اپنے والد مفتی محمد عمرؒ سے پڑھیں۔ ۱۹۳۰ء میں مفتی محمد عمر حج پر گئے تو بقیہ ''کافیہ'' اور ''نورالایضاح'' مولانا عبدالدیان صاحب دامانویؒ سے پڑھیں۔''قدوری'' و ''کنزالدقائق'' کامل پورموسیٰ کے مولانا

سید رسول صاحبؒ سے پڑھیں۔ ''شرح جامی'' اور ''رسائلِ منطق'' مولانا محمد عمر خانؒ (جو مولانا سید رسولؒ کے صاحب زادے تھے) سے پڑھیں۔ موضع حیدر میں مولانا عبدالحکیم صاحبؒ کے پاس چار سال گذارے اور اکثر متوسطات خوب دل لگا کر پڑھیں۔ ۱۹۳۷ء میں زروبی تحصیل صوابی ضلع مردان (اُن دنوں صوابی ضلع نہیں تھا۔) میں صاحب حق صاحبؒ کی خدمت میں ایک سال رہ کر منطق وفلسفہ اور کلام کی انتہائی کتب پڑھیں، جیسے زوائد ثلاثی، خیالی اور صدرا وغیرہ۔ ۴۰۔۱۹۳۹ء میں مولانا حافظ مہر محمد صاحبؒ اُنکی کے مدرسہ ''جامعہ فتحیہ قمریہ'' اچھرہ لاہور میں دوسال مقیم رہ کر حمد اللہ، قاضی مبارک، شرح عقائد، اشاراتِ جلالی، رسالہ قطبیہ، رسالہ غلام یحییٰ اور شمس بازغہ وغیرہ انتہائی کتب منطق وفلسفہ کی پڑھیں۔ مولانا حافظ مہر محمد صاحبؒ، شیخ الجامعہ مولانا غلام محمد گھوٹویؒ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ ۱۹۴۱ء سے ۱۹۴۳ء تک مسلسل تین سال ''مدرسہ نعمانیہ'' امرت سر میں گذارے۔ حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحبؒ سے خیالی، مطوّل، حاشیہ عبدالغفور، قاضی مبارک، حمد اللہ، بیضاوی، توضیح تلویح، مسلّم الثبوت، ہدایہ آخیرین وغیرہ پڑھیں۔ دوسرے استاذ مولانا عبدالرحمٰن صاحبؒ سے جلالین، مشکوٰۃ اور ادب کی کتابیں پڑھیں۔ شرح نخبۃ الفکر اور مقاماتِ حریری بھی حضرت مفتی محمد حسن صاحبؒ سے پڑھیں۔ اِسی دوران مفتی محمد حسنؒ تین ماہ کے لیے مفتی محمد عثمانؒ اور چند دوسرے طلبا کو اپنے خرچ پر حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی خدمت میں لے گئے اور یوں حضرت تھانویؒ کے ظاہری وباطنی فیضان سے مستفید ہونے کا موقع مِلا۔

بادِ صبا نہ بھولوں گا احسان عمر بھر
تُو نے جو رُخِ یار بے نقاب کر دیا

اعلیٰ تعلیم:

۱۳۶۲ھ مطابق ۱۹۴۴ء اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے ازہرِ ہند دارالعلوم دیو بند میں داخل ہوئے۔ داخلہ کا امتحان مولانا عبدالسمیع صاحبؒ نے لیا۔ دورۂ حدیث کی ابتدا شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ نے کرائی، لیکن حضرت مدنیؒ نینی تال جیل میں قید ہونے کے بعد حضرت مولانا عبدالرحمٰن امروہویؒ نے ترمذی جلد اوّل شروع کرادی۔ مولانا عبدالرحمٰن امروہویؒ، قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور امامِ ربانی حضرت گنگوہیؒ کے تلمیذِ خاص تھے۔ بخاری مولانا فخرالدین احمدؒ سے پڑھی۔ اساتذۂ کرام کی فہرست طویل ہے کہ خارجی اسباق بھی مولانا عبدالخالق ملتانیؒ اور قاری محمد طیب صاحبؒ سے پڑھے۔ مولانا عبیداللہ سندھیؒ ان دنوں دارالعلوم دیوبند تشریف لائے تو مغرب کی نماز کے بعد دارالحدیث میں ایک گھنٹہ وہ حجۃ البالغہ پڑھاتے۔ مفتی محمد عثمان قاسمیؒ ان کے درس میں بھی شریک رہے۔ یوں دورۂ حدیث کی تکمیل دارالعلوم دیوبند میں ہوئی دارالعلوم سے سندِ فراغ کا نمبر ۳۱۴۶ ہے۔ دارالعلوم سے مراجعت کے بعد ۱۹۴۵ء میں مولوی فاضل کا امتحان پرائیویٹ پاس کیا۔

تدریس:

مفتی محمد حسن صاحبؒ کے ارشاد پر ''جامع مسجد قصبہ پٹی'' ضلع لاہور میں خطیب و مدرس مقرر ہوئے۔ یہ قصبہ پٹی وہی قصبہ ہے، جہاں کے مشہور اہلِ قلم صحافی قاضی عبدالمجید قرشی نے ''سیرت کمیٹی'' قائم کی تھی اور سیرت کمیٹی کا آرگن مجلّہ ''ایمان''

شائع ہوا کرتا تھا۔ قیامِ پاکستان کے بعد ۴۹۔۱۹۴۸ء میں دو سال ٹنڈو اللہ یار کے ایک نیک دل رئیس کے لڑکوں کے اتالیق اور نگران رہے۔ اس وقت دار العلوم ٹنڈو اللہ یار قائم نہیں ہوا تھا۔

صوفیانہ مسلک اور بیعت:

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کو بیعت کے لیے عریضہ تحریر کیا تو حضرت مدنیؒ نے دوسرے بزرگوں کی طرف رہنمائی فرمائی۔ حضرت مفتی محمد عثمانؒ نے دوسرا عریضہ لکھا کہ حضرت! مجھے قلبی طور پر آپ سے مناسبت اور اُنس ہے اور ایک شعر لکھ دیا کہ ۔

همه شهر پر ز خوباں منم و خیال ماہے
چکنم کہ چشمِ بد بین نہ کند بہ کس نگاہے

حضرت مدنیؒ نے شفقت ومحبت کے ساتھ مفتی محمد عثمانؒ کو حلقۂ بیعت میں شامل کرلیا۔

تصنیفی وتالیفی خدمات:

دو کتابچے مطبوعہ ہیں۔ ''فضائل الجہاد'' اور ''الدعوات المسنونہ'' جو مفتی صاحبؒ کی زندگی میں طبع ہوئے۔ ''تذکرۃ المصنفین درسِ نظامیہ'' آپ کی وفات کے بعد ''جامعہ ابو ہریرہؓ'' خالق آباد ضلع نوشہرہ سے شائع ہوئی۔ غیر مطبوعہ کتب کی فہرست حسبِ ذیل ہے:

۱۔ محاسنِ اسلام (اردو)، ۲۔ ہدایۃ الشیعہ (اردو)، ۳۔ معراج المومنین

(اردو)،۴۔ تلخیص الاغانی (عربی)،۵۔ جامع اقسام العلوم وانواع الفنون (عربی)، ۶۔ضرورۃ القرآن۔

ماہنامہ ''تعلیم القرآن'' راول پنڈی میں ۱۹۵۰ء سے ''تذکرۃ المصنفین'' قسط وار شائع ہوتا رہا اور ماہنامہ ''الصدیق'' ملتان میں ۱۹۵۰ء سے لے کر ۱۹۵۴ء تک عربی مضامین شائع ہوتے رہے۔

شاعرانہ ذوق:

مسرت وانبساط اور حزن وملال کے مواقع پر کبھی کبھی شاعری سے بھی دل بہلا لیتے تھے۔

نمونۂ کلام فارسی:

مدنی از بدو حاجی از مہمند
فخرِ ملت، فخرِ دین، فخرِ وطن
یوسف از بنّور طیب از دیو بند
عزِ ملت، عزِ دین، عزِ وطن

فارسی کے ایک شعر کو اردو کا جامہ پہنایا۔

جو چاہو جس طرح تم خود کو بدلو
میں رنگ و خال و خط پہچانتا ہوں

جشنِ صد سالہ دارالعلوم دیو بند کے موقع پر شدید علیل تھے۔ اِس موقع پر دو شعر ارتجالاً کہے۔

دیوبند تیری یاد میں رُودِ اٹک کے کنارے
آنکھوں سے اُبل آئے ہیں اشکوں کے فوارے
تقدیسِ حرم سے مجھے انکار نہیں ہے
تدریسِ احادیث کا واں گلزار نہیں ہے

بیس سال سے زیادہ عرصہ تک گورنمنٹ ہائی اسکول حضرو میں عربی ٹیچر رہے۔ والدِ محترم خواجہ محمد خان اسدؔ مرحوم کے انتہائی قریبی دوست اور راقم کے انتہائی قابل استاذ تھے۔ آپ کے علمی مقام کا یہ عالم تھا کہ آپ کے والدِ محترم مفتی محمد عمرؒ (مفتیِ چھچھ) کی رحلت کے بعد حضرت شیخ الحدیث مولانا نصیرالدین غورغشتویؒ اپنے پاس آئے ہوئے بیشتر فتاویٰ جات آپ کو بھیج دیا کرتے تھے اور اُن کے جوابات پر اعتماد کا اظہار بھی فرمایا کرتے تھے۔ افسوس کہ علم وعمل کا یہ کوہِ گراں ۲۵ رنومبر ۱۹۸۰ء کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اپنے آبائی گاؤں شمس آباد میں آسودۂ خاک ہوگیا۔



شمس آباد کا علمی خانوادہ

مولانا الحاج فضلِ حق محدّث شمس آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ

ولادت:

حاوی فروع و اصول، جامع منقول و معقول، ماحی بدعت، حامی سنت، آیتِ کردگار، یگانۂ روزگار مولانا الحاج فضلِ حق محدّث شمس آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ بن مولانا الحاج برہان الدین رحمہ اللہ تعالیٰ بن مولانا محمد منیر رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے آبائی گاؤں شمس آباد علاقہ چھچھ ضلع اٹک میں قریباً ۱۸۵۸ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد مولانا برہان الدین رحمہ اللہ تعالیٰ درس و تدریس کے ساتھ ساتھ کاشتکاری بھی کیا کرتے تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد اور اپنے چچا مولانا غلام حبیب رحمہ اللہ تعالیٰ سے حاصل کی۔ مولانا غلام حبیب رحمہ اللہ تعالیٰ کے تعارف کے لیے اتنی بات ہی کافی ہے آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نہایت متبحر اور محقق عالم تھے اور بہت چھوٹی سی عمر میں کتابیں ختم کر چکے تھے۔ جب آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فارغ التحصیل ہوئے تو اُس وقت آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کی عمر چودہ یا پندرہ سال تھی۔ کہتے ہیں کہ جب آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے صغر سنی میں درس دینا شروع کیا تو اُس وقت جو کابل، قندہار کے معمر طلبا آپ رحمہ اللہ تعالیٰ سے پڑھتے تھے، سب لوگوں کے سامنے انہیں ایک نوعمر بچے سے سبق پڑھتے ہوئے شرم محسوس ہوتی تھی، چونکہ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ جملہ درسیات کے اسباق

نہایت تحقیق وتدقیق سے پڑھایا کرتے تھے، اِس واسطے طلبا اسباق چھوڑ کر بھی کہیں نہیں جا سکتے تھے، لہٰذا انہوں نے یہ تجویز نکالی [پیش کی] کہ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ ہمیں کسی خالی مکان یا جنگل میں بیٹھ کر پڑھایا کریں کہ جہاں بالکل تنہائی ہو [اور] کوئی دیکھنے والا نہ ہو۔ چنانچہ پھر آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسی تجویز کے مطابق عمل درآمد شروع کر دیا۔ بہر کیف رفتہ رفتہ مولانا غلام حبیب رحمہ اللہ تعالیٰ کی درسی عظمت کا احاطہ بہت وسیع ہو گیا، یہاں تک کہ عالمِ اسلام کے طلبا آپ رحمہ اللہ تعالیٰ [کے درس] پر ٹوٹ پڑے۔ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مزید تعارف کے لیے یہ بات بھی کافی ہے کہ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمہ اللہ تعالیٰ کے "فوائدِ ضیائیہ" (عرف شرح ملاں جامی) کا فارسی میں ایک حاشیہ بھی تصنیف فرمایا۔ یہ ایک ایسا عجیب وغریب حاشیہ ہے کہ اگر اِس کو میں مولانا غلام حبیب رحمہ اللہ تعالیٰ کا علمی شاہکار کہوں تو مبالغہ نہیں ہوگا۔ یہ حاشیہ اب تک ہمارے کتب خانے کی زینت بنا ہوا ہے۔ افسوس کہ ابنائے زمانہ کی ناقدری اور سرمایہ کی کمی کی وجہ سے ہم اِسے زیورِ طباعت سے آراستہ نہ کر سکے، جس کا نام ہے، "تحفۂ حبیبیہ علیٰ فوائدِ ضیائیہ"۔ اگر توفیقِ الٰہی نے ساتھ دیا تو ہم اِس کی اشاعت پر بھی تو قادر ہو سکیں گے۔ وَمَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْزٍ O

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ عین عالمِ شباب میں فوت ہو گئے تھے۔ بہر کیف میرے جدِّ امجد مولانا فضلِ حق رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے گھر شمس آباد سے دامان، غور غشتی، تحصیل صوابی و مردان کی مشہور مشہور علمی درس گاہوں سے مختلف علوم وفنون کی تحصیل کرتے ہوئے آخر کار درجۂ فضیلت حاصل کرنے اور تکمیل علمِ حدیث، تفسیر اور تصوف وغیرہ کے لیے اس ارضِ مقدسہ، خطۂ پاک اور مرکزِ عالم یعنی اُم القریٰ کی پاکیزہ اور مطہر بستی کی

طرف گامزن ہوئے، جہاں سے کتابِ ھُدیٰ کے ذریعہ سے علم وعرفان کی کرنیں پھوٹ پھوٹ کر کرۂ ارض کو اپنی ضیا پاشیوں سے منور کر رہی تھیں۔ غور کریں کہ کتنی بلند ہمتی اور اولعزمی ہے کہ ایک بے نوا اور بے کس مفلس وقلاش طالب علم حصولِ علمِ دین کے شوق میں راستہ کی کسی رکاوٹ اور خطرے کو خاطر میں نہیں لاتا، بلکہ ہزار ہا میل کی مسافت مختلف طریقوں پر یعنی کچھ پیدل چل کر اور کچھ بحری جہاز کے ذریعہ طے کرتا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ آج سے تقریباً ستر (۷۰) اَسی (۸۰) سال پیشتر برّی اور بحری سفر کرنا بہت ہی پُر خطر اور مشکل کیا، بلکہ جُوئے شِیر لانے کے مترادف تھا، لیکن اِن اللہ کے اولوالعزم بندوں نے علمِ دین کے شوق میں اس طول وطویل سفر کی بے پناہ مشکلات، بے انتہا دشواریوں اور بے حساب صعوبتوں کا مقابلہ کر کے ثابت کر دیا کہ تحصیلِ علم کے شوق، عشق اور محبت کے مقابلہ میں بڑی سے بڑی رکاوٹ بھی پرِ کاہ کی حیثیت نہیں رکھتی، چناں چہ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ تقریباً ۴-۱۳۰۳ھ میں مکہ معظّمہ کی مشہور درس گاہ ''مدرسہ صولتیہ'' میں داخل ہو کر تحصیلِ علم میں مشغول ہو گئے۔

مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمہ اللہ تعالیٰ اور ''مدرسہ صولتیہ'' مکہ معظّمہ کا اجمالی تعارف:

مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمہ اللہ تعالیٰ بہت بڑے فاضل، متقی متورع اور عیسائیوں کے ساتھ مناظرہ کرنے میں بین الاقوامی شہرت کے مالک تھے۔ ۱۲۷۰ھ میں یعنی غدر (جنگِ آزادی) سے تین سال پہلے انھوں نے اکبر آباد (آگرہ) کے تاریخی مناظرے میں پادری فنڈر کو شکستِ فاش دی، پھر بعض دینی اور دنیوی مصالح

کی بنا پر آپ انگریزی عمل داری (ہند) سے ہجرت کر کے حجاز چلے گئے [اور] یہاں سے سلطانِ ترکی کے ایما پر قسطنطنیہ گئے۔ وہاں بھی عیسائیوں سے مباحثے اور مناظرے کیے اور ہر ہر موقع پر کامیابی وکامرانی نے آپ کے قدم چومے۔

مولانا رحمت اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی علمی یادگار مکہ معظمہ کا "مدرسہ صولتیہ" ہے، جسے اُنہوں نے کلکتہ کی ایک باہمت اور مخیّر خاتون صولت النسا بیگم کے تیس ہزار روپیہ کے گراں قدر عطیہ سے ۱۲۹۲ھ میں شروع کیا [تھا]، جو اَب [بھی] باہمت مسلمان رؤسا اور مخیّر بزرگوں کی مدد سے بدستور جاری ہے۔ اس مدرسہ کے متعلق شیخ [محمد] اکرام صاحب کی رائے کتنی قیمتی، گراں قدر اور آبِ زر سے لکھ کر حرزِ جاں بنا لینے کے قابل ہے۔ وھو ھذا: "اور یہ سرزمینِ حجاز میں اسلامی ہندوستان کی علمی نمائندگی کرتا ہے۔"

علمی تصنیف کے میدان میں ان کا بڑا کارنامہ "اظہار الحق" نامی کتاب ہے، جسے اُنہوں نے پادری فنڈر کی کتاب "میزان الحق" کے رد میں لکھا۔ یہ کتاب مسیحی معترضین کے اعتراضات کے جواب میں آج بھی اسلامی دنیا کی بہترین تصنیف سمجھی جاتی ہے۔

حاصلِ سخن یہ کہ میرے جدّ امجد مولانا فضلِ حق رحمہ اللہ تعالیٰ نے پانچ، چھ برس مکہ معظمہ [میں] رہ کر "مدرسہ صولتیہ" میں مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمہ اللہ تعالیٰ، حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ اور قاری عبداللہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے کتبِ حدیث، تجوید اور تصوّف پڑھیں۔ آپؒ نے دورۂ حدیث مولانا رحمت اللہؒ سے پڑھ کر اُن سے اجازت بھی لی۔ اور علمِ تجوید اور مصری لہجے میں قرأت کی سند مولانا رحمت اللہ

رحمہ اللہ تعالیٰ اور قاری عبداللہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے حاصل کی۔ تجوید کا پورا فن حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ مصری لہجہ میں باقاعدہ مشق بھی کرتے تھے۔ اس پر حسنِ صورت، خوش الحانی کی وصف نورٌ علیٰ نور تھی۔ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ اتنے خوش الحان تھے کہ جب مکہ معظّمہ میں جناب حاجی امداداللہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے درسِ مثنوی لیا کرتے تھے [تو] تمام شاگردوں میں سے حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ صرف آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کو ہی حکم دیا کرتے تھے کہ ''مولوی تم پڑھو'' یاد رہے کہ حضرت حاجی رحمہ اللہ تعالیٰ میرے جدِ امجد کو اِسی نام سے خطاب کیا کرتے تھے، اور جب آپ رحمہ اللہ تعالیٰ مثنوی رومی کے اشعار نہایت پُرسوز، دلگداز لہجے میں خوش الحانی سے پڑھتے تھے تو تو حضرت حاجی رحمہ اللہ تعالیٰ زاروقطار رویا کرتے تھے، یہاں تک کہ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کی ہچکی بندھ جاتی تھی۔ یہ انتہا تھی حضرت حاجی رحمہ اللہ تعالیٰ کے رقتِ قلبی کی۔ [جدِ امجد] کو ''مدرسہ صولتیہ مکہ معظّمہ سے فراغتِ حدیث کی سند بھی ملی تھی اور فنِ تجوید وقرأت کی تحصیل کی سند بھی ملی تھی۔ چوں کہ یہ ہر دو اسناد عہدِ عشق کے ساتھ وابستہ ہونے کی وجہ سے تاریخی حیثیت رکھتی ہیں، لہٰذا ناظرین کرام کی دلچسپی اور ضیافتِ طبع کے لیے ہر دو سندیں ذیل میں مندرج کرتے ہیں۔ دورۂ حدیث سے فراغت کی سند عربی میں ہے اور تجوید سے فراغت کی سند اردو میں ہے، جو من وعن درج کی جاتی ہیں:

نقل سند الفراغ من المدرسة الصولتيه الواقع ببلدة ام القریٰ مكة المعظمة المحمية O

بسم الله الرحمن الرحيم O

الحمد الله العلى الاعلىٰ والصلوة والسلام علىٰ رسوله سيّدنا محمد المصطفٰے ؛ وعلىٰ الہٖ وصحبہٖ الكرام النجبا ؛ اما بعد فان العالم الفاضل المولوى محمد فضلِ حق الفنجابى كان قد قرأ فى وطنه بعض الكتب المروج فى الهند ثم وصل الىٰ مكة المخمية ؛ ودخل فى المدرسة الصولتية ؛ التى هى تحت نظارة هٰذا العبد المفتقر الىٰ رب البريه ؛ وشرع فى تحصيل العلوم العربيه ؛ غير التى قرأها فى الديار الهندية ؛ فان قرأتهٗ لها كانت جيدة ؛ لاٰ تحتاج الىٰ اعاده ؛ فقدأ فى علم الحديث الصحاح السبعة من اولها الىٰ اخرها وهى صحيحا البخارى و مسلم و ابو داؤد والنسائى والترمذى و ابن ماجه والموطأ لمالک وشيأ من مشكوٰة المصابيح و فى علم الفقہ الهدايه و فى اصول الفقه نور الانوار والحسامى وفى البلاغة شيأ من مختصر المعانى ثم ارادان يذهب الىٰ وطنہٖ وطلب منى الاجازة فاجزته بسكل موبجوزلى روايته و درايته بشرطه المعتبر ؛ عند علما الاثر ؛ و اوصيه بتقوىٰ الله فى السرّ والعلن ؛ ويجنب السيأت ما ظهر منها وما بطن ؛ وان لا ينسانى من صالح دعواته ؛ فى خلواته و جلواته ؛ رزقه الله استقامة و نفح بہٖ المسلمين ؛ اٰمين يا اِلٰه العٰلمين ؛ وانا العبد الراجى رحمة ربى المنان ؛ رحمة الله بن خليل الرحمن ؛ غفرلهماالملک الحنان ؛ حامداً و مصلياً و مسلماً O

قد ثبت وتقرر	نشانِ مہر
ماھومحرر عبدہٗ	اللہ
عبداللہ	محمد
نشانِ مہر عبداللہ	رحمت

☆ قد صح عندی جمیع ما ذکرہ الاستاذ العلامة ان ھٰذا الفاضل قد قرء اکثر ھٰذہ الکتب علی مولانا الشیخ رحمت الله والشیخ حضرت نور فوجد تہ سلیم الطبع مجتھداً علی حسب طاقتہ ورعاً واو صیہ بتقویٰ الله وان لاینسانی من صالح و عاثر

العبد عبدالسبحان

☆لاشک ان ھذا الفاضل الجلیل الکامل النبیل حری بالتبجیل فانہٗ ذکی لو ذعی زکی المعی والمزبور حق والحق یعلو ولا یعلیٰ .

حررہ الفقر الله تعالیٰ عبدالاوّل بن مولانا کرامت علی صاحب مرحوم جون پوری

نشانِ مہر عبدالاوّل بن علی جون پوری

☆العبدالراجی رحمت اللہ حضرت نور عفی عنہٗ

نشانِ مہر ۱۳۰۲ھ، حضرت نور

☆حامداً و مصلیاً و مسلماً ذاکر حق والله سبحانہٗ و تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم .

حررۃ محمد عبدالحق عفی عنہٗ نشانِ مہر: محمد عبدالحق

علمِ تجوید اورفنِ قرأت سے فراغت کی سند کی نقل جو آپ کو ۱۳۰۷ھ میں "مدرسہ صولتیہ" مکہ معظّمہ کی طرف سے تجوید القرآن مصری لہجہ میں امتحان پاس کرنے کی صورت میں ملی ، جس پر مولانا رحمت اللہؒ ناظر مدرسہ ھٰذا اور قاری عبداللہ صاحبؒ کے دستخط ثبت ہیں۔ نقل بمطابق اصل حسبِ ذیل ہے:

بسم الله الرحمن الرحیمO

الحمد لله رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ أشرف المرسلین سیدنا و

مولانا محمد و علیٰ آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین O امابعد! کہتا ہے فقیر حقیر رحمت اللہ بن خلیل الرحمٰن عفاء اللہ عنہما وتجاوز عن سیأ تہما کہ مولوی، قاری فضلِ حق بن مولوی برہان الدین صاحب مرحوم ساکن شمس آباد ضلع راول پنڈی ملک پنجاب ماہِ ربیع الثانی ۱۳۰۵ھ میں داخلِ مدرسہ صولتیہ ہوئے، جس کا ناظر یہ فقیر ہے۔ اور تحصیل تجویدِ قرآن شریف ولہجہ مصری میں مصروف ہوئے۔ مدرسینِ مدرسہ سے ایک مرتبہ قرآن شریف خوب تحقیق وتدقیق سے پڑھا۔ اللہ کے فضل سے خوب پڑھتے ہیں، اور شاطبی مع شرح اور جزری مع شرح اور تحفۃ الاطفال مع شرح مع فتح الافضال، یہ سب کتابیں بھی خوب محنت سے پڑھی[پڑھیں] اور اس مدت میں ان کے چال وچلن بھی اچھی[اچھے] رہے۔ اب جو ماہِ صفر المظفر ۱۳۰۷ھ ہے اور ارادہ وطن جانے کا کیا اور سند مدرسہ کی طلب کی۔ چوں کہ لائق اور محنتی پایا، موافق ان کی طلب کے یہ سند مدرسہ سے دی گئی اور وصیت کرتا ہوں، میں ان کو تقویٰ طہارت کی اور اس بات کی کہ اوقات خاصہ میں مجھ کو دعا سے فراموش نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ نفع پہنچاوے اِن سے خلقت کو اور توفیق نیک دے، ہم کو اور اِن کو اور سب مسلمانوں کو۔ آمین ثم آمین!

فقط: تاریخ محررہ ۱۵؍صفر المظفر ۱۳۰۷ھ، از مقام مکہ معظّمہ مدرسہ صولتیہ

نشانِ مہر: عبداللہ

العبد: محمد رحمت اللہ الہندی
مہتمم مدرسہ

نشانِ مہر: اللہ
محمد
رحمت

بہر کیف میرے جدِ امجد مولانا فضلِ حق رحمہ اللہ تعالیٰ جب تحصیل علم کے لیے عازمِ حجاز ہوئے تھے، اس وقت آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کی شادی ہو چکی تھی۔ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کی بڑی لڑکی بی بی ہاجرہ تقریباً دو برس کی تھی۔ مکہ معظمہ میں آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے چار پانچ برس بسر کیے تھے۔ چناں چہ اس چار پانچ برس کی طول وطویل جدائی نے تمام خاندان کو آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مشتاق بنا دیا تھا، سب سے زیادہ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کی بچی بی بی ہاجرہ اپنی توتلی زبان سے آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کو ہمیشہ یاد کیا کرتی تھی۔ بہر حال ان تمام عوامل کی موجودگی میں آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کے والد حضرت مولانا برہان الدین رحمہ اللہ تعالیٰ اشہرِ حج کے آتے ہی حج کا ارادہ کر کے سفرِ حجاز پر روانہ ہو گئے۔ مولانا فضلِ حق رحمہ اللہ تعالیٰ کی اسناد پر مندرج تاریخ کو دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا برہان الدین رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ مبارک سفر ۱۳۰۶ھ میں ہوا ہوگا اور یہی قرینِ قیاس ہے۔ چوں کہ مولانا برہان الدین رحمہ اللہ تعالیٰ زیادہ معمر ہونے کی وجہ [سے] اتنے طول وطویل سفر کی تکلیفیں برداشت کرنے کے قابل نہیں تھے، بنا بریں آپ رحمہ اللہ تعالیٰ حجاز ہی میں علیل اور اسی علالت کی حالت میں آپ رحمہ اللہ تعالیٰ ساحلِ حجاز پر اُترے۔ بمشکل جدہ سے مکہ معظمہ پہنچے۔ جوں ہی آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار بیٹے (یعنی مولانا فضلِ حق رحمہ اللہ تعالیٰ) کو باپ کی آمد کی خبر پہنچتی ہے تو اسی وقت ہونہار بیٹا والد بزرگوار کی قدم بوسی کے لیے حاضر ہوتا ہے۔ چوں کہ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کے والد مولانا برہان الدین رحمہ اللہ تعالیٰ علالت اور نقاہت کی وجہ سے صاحبِ فراش تھے اور نقاہت و کمزوری اور ضعف کی وجہ سے چلنے پھرنے اور نشست و برخاست سے عاجز تھے، بنا بریں سب سے پہلے

مولانا برہان الدین رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو باتیں یا وصایا اپنے فرزندِ ارجمند کو ارشاد فرمائیں وہ یہ تھیں کہ اولاً مجھے غسل کروا کر عمرہ کرایا جائے، بعد ازاں اگر میں علالت کی وجہ سے خود حج نہ کرسکا تو اب کے سال یہ حج تم میرے لیے کرنا، تاکہ حج کی سعادت سے کہیں محروم نہ رہ جاؤں۔ آخر میں فرمایا کہ: ''حج سے فارغ ہو کر سیدھا وطن واپس چلا جانا، کیوں کہ گھر میں تیرے چھوٹے چھوٹے بھائی بہنیں ہیں یا بے کس مستورات ہیں اور کوئی سرپرست نہ ہونے کی صورت میں سب پریشان ہوں گے۔'' چناں چہ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے والد کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے، اولاً انہیں حمام کروا کر عمرہ کی غرض سے چارپائی پر اُٹھا کر طواف کروانا شروع کیا، ابھی چار اشواط ہی پوری ہوئی تھیں کہ دورانِ طواف میں آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کی روح لبیک، لبیک کہتے ہوئے قفسِ عنصری سے پرواز کر کے فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر O ہوگئی۔ انا للہ الخ ! آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کی نمازِ جنازہ میں مشائخِ حجاز کے علاوہ مولانا رحمت اللہ کیرانوی مہاجرِ مکی رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت حاجی امداداللہ مہاجرِ مکی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی شرکت فرمائی تھی۔ اس کے بعد مسجد الحرام کے جوار میں جنت المعلیٰ کے مبارک قبرستان میں آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کی نعش سپردِ خاک کردی گئی۔ ارضِ حرم میں بیت الحرام کے قرب و جوار میں مدفون ہو جانا ایک مسلمان کے لیے بہت بڑی نیک بختی اور سعادتِ عظمیٰ ہے۔ اس نعمتِ خداوندی کا ہم جتنا بھی شکر ادا کریں کم ہے اور مولانا مرحوم کی اولاد اس پر جتنا بھی ناز کرے، بے جا نہیں بلکہ عین منشاءِ خداوندی (کے مطابق تحدیث بالنعمت) ہے۔ واما بنعمة ربک فحدث O

باسعادت بیٹے نے حرم مکہ میں تعلیم حاصل کر کے دین و دنیا کی سعادتیں

سمیٹیں تو خوش قسمت باپ نے حرمِ مکہ کے جنت المعلیٰ کو اپنی آخری آرام گاہ منتخب فرمایا و نعم ما قیل۔

اولٰئک آبائی فجئنی بمثلھم
اذا جمعتنا یا جریر المجامع

حاصلِ سخن یہ کہ مولانا فضلِ حق رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے والد حضرت مولانا برہان الدین رحمہ اللہ تعالیٰ کو جوارِ بیت اللہ میں سپردِ خاک کر کے حج سے فراغت کے بعد وطن کو واپس لوٹے۔ مولانا فضلِ حق رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ آخری حج اپنے والد مولانا برہان الدین رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا تھا۔ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے زمانۂ قیامِ حجاز کے دوران میں غالباً بنی عذرہ کی ایک عرب خاتون مسماۃ زینب سے نکاح بھی کیا تھا، جس کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام عبدالحق تھا۔ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ جب مراجعت فرمائے وطن ہوئے تو اپنی عرب بیوی اور بیٹے کو بھی ہمراہ لانا چاہا مگر اس پاک باز، بلند خیال اور حریت پسند زوجہ نے یہ کہہ کر ہندوستان آنے سے انکار کر دیا کہ ہم کافروں کے وطن دارالحرب (ہند) کی زندگی پر یہاں کی موت کو ترجیح دیتے ہیں۔ کیوں کہ اس وقت متحدہ ہند برٹش ایمپائر کی مستبدانہ حکومت کے پنجوں میں جکڑا ہوا تھا اور انگریزوں کی غلامی میں سسک رہا تھا۔ بہرکیف اپنے سسرال والوں اور اپنی اہلیہ کے انکار پر آپ رحمہ اللہ تعالیٰ ان ماں، بیٹے ہر دو کو خرچ دے کر با چشمِ گریاں و دلِ بریاں خیر و عافیت کے ساتھ وطن واپس آ گئے۔ یہاں پہنچ کر بھی آپ رحمہ اللہ تعالیٰ باقاعدہ ان کے نان نفقہ کے لیے ماہ وار رقم ارسال فرماتے رہے۔ جب تک وہ زندہ رہے، ان کو نان نفقہ ارسال کرتے رہے۔ ایک عجیب اتفاق دیکھئے

کہ مولانا فضلِ حق رحمہ اللہ تعالیٰ نے تین نکاح کیے تھے [اور] آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کی تینوں ازواج کا نام زینب تھا۔

وطن واپسی:

وطن واپس آنے کے بعد کچھ عرصہ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ملازمت کی۔ ملازمت کے بعد آپ رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے گاؤں شمس آباد میں اقامت پذیر ہو گئے۔ نہایت باضابطہ طور پر ذوق وشوق اور اہتمام کے ساتھ تیس سال تک صرف رضائے الٰہی کے لیے فی سبیل اللہ درسِ حدیث دیا۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فنِ تجوید، تصوف اور تفسیر بھی نہایت شوق اور محبت سے پڑھایا کرتے تھے۔ فنِ قرأت کی مشق مصری لہجہ کے ساتھ کرانے میں آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کو یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مرتبہ فنِ حدیث میں بہت اونچا تھا۔ بنابریں آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کا درسِ حدیث بہت مشہور تھا تاہم تفننِ طبع کے لیے تجوید میں شاطبی اور تصوف و اخلاق میں مثنوی روم کا درس بھی ہمیشہ دیا کرتے تھے۔ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے زمانہ میں اپنے علاقہ میں منفرد شخص تھے جو علمِ حدیث کا درس دیا کرتے تھے۔ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کے درسِ حدیث میں افغانستان وخراسان کے اکثر علاقوں مثلاً کابل، قندہار، بلخ، بخارا، غزنی، خوست، کوہِ داماں، باجوڑ، کاشغر اور ہرات تک کے طلباء شامل ہوتے تھے۔ حاصل یہ کہ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کی درسی عظمت کا احاطہ بہت وسیع تھا۔ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کے درسِ حدیث میں شرکت کے لیے عالمِ اسلام کے طلبا ٹوٹ پڑے۔ انہی ایام میں کاتب الحروف کی آنکھوں نے ان اسلامی علاقوں یعنی بلخ و بخارا، غزنی و قندہار،

ہرات وترمذ اور سمرقند وتاشقند [وغیرہ] کے معزز طلبائے کرام کی روشن، پاکیزہ اور نورانی صورتیں دیکھی تھیں، جن کو آج کل دیکھنے کے لیے آنکھیں ترس رہی ہیں۔

نظام الاوقات:

درس وتدریس کے ساتھ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلچسپی، شغف اور والہانہ محبت کی یہ کیفیت تھی کہ شب وروز کے اکثر اوقات میں آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہی ایک محبوب مشغلہ رہ گیا تھا۔ حتیٰ کہ نوبت بایں جا رسید کہ ایک زمانہ میں صبح پانچ بجے سے لے کر رات کے گیارہ بجے تک مسلسل درسِ حدیث دیتے رہتے تھے۔ بہرکیف آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کا نظام الاوقات مندرجِ ذیل ہے، ملاحظہ فرمالیجیے:

صبح چار بجے سے پہلے پہلے نمازِ تہجد ادا کر کے صبحِ صادق تک یادِ الٰہی میں مشغول رہتے۔ فجر کی نماز کے بعد اشراق تک ذکرِ خفی میں مشغول رہتے۔ نمازِ اشراق کے بعد جب درسِ حدیث شروع کرتے تو ایک بجے تک درسِ حدیث کا یہ پاکیزہ شغل رہتا۔ ایک بجے کے بعد گھر آکر کھانا تناول فرما کر ظہر کی نماز تک قیلولہ فرماتے۔ صلوٰۃ ظہر کے بعد صلوٰۃ عصر تک اصولِ حدیث، تفسیر (جلالین، بیضاوی)، تجوید (شاطبی)، تصوف (مثنوی معنوی) کی تدریس کا شغل رہتا۔ عصر کے بعد مغرب تک مختلف اورادِ مسنونہ اور ادعیہ ماثورہ میں مصروف رہتے۔ شام کی نماز کے بعد صلوٰۃ عشا تک کچھ وقت نوافل میں صرف ہوتا اور کچھ وقت بعض دوست واحباب کے ساتھ بے تکلفانہ مجلس رہتی۔ نمازِ عشا کے بعد بلا تاخیر سو جاتے۔ عام طور پر یہی آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کا شب وروز کا پروگرام تھا۔ بغیر کسی عارضہ کے اس میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوتی تھی۔

البتہ جمعہ کا دن اس پروگرام اور نظام الاوقات سے مستثنٰے تھا۔ چوں کہ اسلامی مدارس (یعنی درسِ نظامیہ کی درس گاہوں) میں جمعہ تعطیل (چھٹی) کا دن ہوا کرتا تھا۔ بنا بریں اس دن کا پروگرام نہایت اختصار کے ساتھ یوں ہوتا تھا کہ صبح اشراق کے بعد اپنے آباء واجداد کی قبور پر جاتے اور کچھ قرآنِ پاک پڑھ کر ایصالِ ثواب کرتے۔ اس کے بعد چند خاص احباب سے ملاقات کرتے۔ مختصر سی مجلس کے بعد وہاں سے واپس آ کر نمازِ جمعہ کی تیاری میں مصروف ہو جاتے۔ نمازِ جمعہ پڑھانے کے بعد تقریباً سارا دن ذکر و شغل اور اوراد و وظائف میں ہی بسر ہوتا تھا۔

آپ کے تلامذہ:

ویسے تو آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کے تلامذہ کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے، جن میں ہر ملک کے باشندے تھے مگر پشاور، کوہاٹ، بنوں، صوابی، چارسدہ (ہشتنگر)، کابل، قندہار، بلخ، بخارا، غزنی، سوات، بنیر، باجوڑ، مہمند وغیرہ کے علاوہ اپنے ملک یعنی اضلاع اٹک، راول پنڈی کے طلبہ بھی اس درس گاہ سے سیراب ہو کر دولتِ علم سے مالا مال ہوتے تھے۔ سب کے نام بتانا میرے لیے ناممکن ہے، البتہ ان میں چیدہ چیدہ علمائے کرام کے نام درجِ ذیل ہیں:

(۱) مولانا عبدالرحمٰن رحمہ اللہ تعالیٰ [م: ۲۱ / دسمبر ۱۹۶۵ء] سابق شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور (یو پی) مولانا موصوف علاقہ چھچھ کے موضع بہبودی کے ایک معزز خاندان کے نام وَر عالم ہیں، صحیح معنوں میں استاذ العلما ہیں، جن کے علمی کمالات، عملی محاسن، اخلاقِ حمیدہ اور اوصافِ پسندیدہ کو ایک مستقل مضمون میں بیان

کیا جائے گا اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کی سیرت وکردار پر سیر حاصل بحث کی جائے گی۔

(۲) مولانا مفتی محمد عمر رحمہ اللہ تعالیٰ (جو انہی مولانا فضلِ حق محدث شمس آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ کے فرزندِ ارجمند ہیں۔)[م: اپریل ۱۹۵۷ء] مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اکثر علوم وفنون کی کتابیں اپنے والد محدث شمس آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ سے ہی پڑھی تھیں۔ البتہ فقہ اور اصولِ فقہ کی کتب اپنے علاقہ کے دو نامور علما یعنی مولانا سید رسول اخونزادہ رحمہ اللہ تعالیٰ آف کامل پور موسےٰ اور مولانا سید اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ آف ساماں سے پڑھیں۔ کچھ عرصہ تُغ ملاں ضلع کوہاٹ اور مولانا شب قدر ساکن کوہاٹ سے بھی کسبِ فیض کیا۔ آپ کے مفصل حالات مستقل عنوان سے تحریر کیے جائیں گے۔

(۳) مولانا محمد تقی صاحب آف عباسیہ [غالباً ''باسیہ'' گاؤں مراد ہے، کیوں کہ علاقہ چھچھ میں عباسیہ نام کا کوئی قصبہ یا گاؤں نہیں ہے۔] علاقہ چھچھ،

(۴) مولانا عبدالرحمٰن مرحوم رحمہ اللہ تعالیٰ ساکن کوٹھہ کلاں، علاقہ چھچھ،

(۵) مولانا حمداللہ صاحب آف ڈاگئی متصل تخت بھائی [بائی] ضلع مردان، جو اپنے علاقہ کے نہایت بارسوخ اور نامور عالم ہیں اور تا دمِ تحریر بقیدِ حیات ہیں۔ [یہ تحریر آج سے قریباً نصف صدی قبل کی ہے، مگر حضرت ماشاء اللہ ابھی تک بقید حیات ہیں۔]

(۶) صاحب حق صاحب (صاحب حق صاحب کا نام عبدالقادر ہے۔) آف کوہاٹ ساکن گمبٹ یا گنبد، ۔۔۔۔ ساکن ملتان۔۔۔۔ بہرکیف آپ کے ارشد تلامذہ میں سے مولانا عبدالرحمٰن آف بہبودی رحمہ اللہ تعالیٰ، ثم کیمبل پوری، سابق شیخ

الحدیث مظاہر العلوم سہارن پور اور آپ کے فرزند مولانا مفتی محمد عمر شمس آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ بہت نامور ہوئے ہیں، جن کے حالات پر ان شاء اللہ مستقل عنوان کے تحت بحث کی جائے گی۔

اساتذۂ کرام:

مولانا محدث شمس آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ نے اساتذۂ کرام بھی ایسے باکمال عطا فرمائے تھے کہ ان میں سے ہر ایک اپنی جگہ غزالی اور رازیٔ وقت تھا۔ ان میں سب سے زیادہ مقتدر ہستی مولانا رحمت اللہ صاحب مہاجرِ مکی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تھی، جو "مدرسہ صولتیہ" کے مدیر (مہتمم) تھے، جو علاوہ ہر فن میں ماہر ہونے کے بہت بڑے محدث، مناظر، مجاہد اور صاحبِ باطن شیخِ کامل تھے۔ عیسائیوں کے ساتھ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مناظرے اظہر من الشمس ہیں۔ عیسائیوں کا مشہور مناظر پادری فنڈر آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نام سے بھی ڈرتا تھا۔ ہندوستان اور ترکی میں پادری فنڈر کو مولانا کے مقابلہ میں وہ ہزیمت، شکست اور ذلت اُٹھانی پڑی کہ جس کی تاب نہ لا کر وہ اس دنیا سے ہی رُخصت ہو گیا۔ اس کی موت کا سبب ہی مولانا رحمت اللہ کے مقابلہ میں اس کی پے در پے شکستیں ہیں۔ مذہب عیسائیت کے بارے میں مولانا کی بے انتہا وسیع معلومات کا اندازہ مولانا کی مایہ ناز تصنیف "اظہارِ حق" کے مطالعہ سے ہوتا ہے۔ عیسائیت کے رَد میں یہ کتاب حرفِ آخر ہے اور عربی [زبان] میں مولانا کا شہکار [شاہکار] ہے۔ یہ کتاب ہمارے کتب خانہ میں موجود ہے۔ اس کی عربی ایسی سلیس، رواں دواں اور فصیح و بلیغ ہے کہ اہلِ زبان بھی اس کی مثال پیش نہیں کر سکتے۔

مولانا رحمت اللہ صاحب ہمارے جدّ امجد مولانا فضلِ حق محدث شمس آبادی کے استاذ فی الحدیث تھے۔ افسوس ہے کہ بسیار کوشش اور تلاش کے باوجود مجھے یہ پتہ نہ چل سکا کہ مولانا رحمت اللہ مہاجرِ مکی کا استاذ فی الحدیث کون ہے؟ آیا ان کا سلسلۂ تلمذ فی الحدیث شاہ ولی اللہ سے ہے یا کسی اور محدث اور شیخ سے جا کے ملتا ہے؟

اس سلسلہ میں، میں نے اپنے شیخ حضرت مولانا مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی خط و کتابت جاری رکھی، لیکن وہاں سے بھی قاری۔۔۔۔ کا لکھا ہوا جواب ملا کہ ہم وثوق کے ساتھ کچھ نہیں بتلا سکتے ہیں۔ حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ آف بہبودی ساکن شیخ الحدیث سہارن پور اور حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی میں نے اس سلسلہ میں بالمشافہ گفتگو کی مگر ان ہر دو حضرات نے بھی اپنی لاعلمی کا اظہار کیا۔

(۲) آپ کے دوسرے استاذ قاری محمد عبداللہ صاحب مہاجرِ مکی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں۔ آپ نے قرأت کی مشق مشہور آفاق قاری محمد عبداللہ صاحب مہاجرِ مکی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بمقام مکہ معظّمہ "مدرسہ صولتیہ" [میں] کی تھی، جو قراء عرب کے نزدیک بھی نہایت جیّد اور مسلّم ماہرِ فن قاری تھے۔ قاری صاحب کے سلسلۂ تلمذ میں میرے جدّ امجد مولانا فضلِ حق محدث شمس آبادی، حضرت مولانا اشرف علی حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہم استاذ ہیں۔ مولانا کی سندِ تجوید پر مولانا رحمت اللہ کیرانوی مہاجرِ مکی مدیر صولتیہ اور قاری عبداللہ صاحب کے دستخط ثبت ہیں۔ آپ کی یہ سندِ تجوید اُردو میں لکھی ہوئی ہے اور اس کے آخر میں مرقوم ہے: تاریخِ محررہ ۱۰/صفر المظفر ۱۳۰۷ھ، اور حضرت حکیم الامت تھانوی کے حالات پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت تھانوی

نے سب سے پہلے شیخ العرب والعجم [حاجی امداداللہ مہاجر مکی] سے تقریباً ۱۲۹۹ھ میں غائبانہ بذریعہ خط بیعت کی، پھر صفر ۱۳۰۱ھ میں زیارتِ حرمین کو گئے اور حضرت حاجی امداداللہ مہاجرِ مکی کے دستِ حق پرست پر دست بدست بیعت ہوئے اور ۱۳۰۲ھ میں مراجعت فرمائے وطن ہوئے، لیکن قاری محمد عبداللہؒ سے حضرت تھانویؒ نے کب اور کس سن میں مشقِ تجوید فرمائی، اس کی کوئی تصریح نہیں ملتی، لیکن قرینِ قیاس یہی ہے کہ اس ۱۳۰۱ھ اور ۱۳۰۲ھ کے درمیان میں کسی عرصہ میں آپ نے مشقِ تجوید کی ہوگی، جس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت تھانوی کا زمانہ محدث شمس آبادی کے زمانہ سے چار پانچ سال قبل ہے۔ محدثِ شمس آبادی کی سندِ تجوید میں یہ فقرات قابلِ غور ہیں: "اور تحصیلِ تجوید میں قرآن شریف لہجۂ مصری میں مصروف ہوئے۔ مدرسینِ مدرسہ سے ایک مرتبہ قرآن شریف خوب تحقیق و تدقیق سے پڑھا۔ اللہ کے فضل سے خوب پڑھتے ہیں۔" کم از کم پنجاب میں محدث شمس آبادی پہلے قاری تھے، جو حجاز سے پورا قرآن تحقیق و تدقیق سے پڑھ کر مصری لہجہ میں سندِ فراغت لے کر آئے تھے۔

آپ کا لہجہ اتنا دلکش تھا [کہ] اس سے سامعین بے حد محظوظ ہوتے تھے اور آپ کی آواز میں وہ سوز و گداز تھا کہ سننے والے مسحور ہو جاتے تھے۔ جب آپ اثنائے وعظ میں قرآن پاک تلاوت فرماتے یا نمازِ صبح میں آپ طویل قرأت پڑھتے تھے تو سامعین پر رقت طاری ہو جاتی تھی۔ آخر عمر تک آپ کی آواز میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ وہی تاثیر، وہی سوز و گداز اور لَے میں ایک خاص ترنم تھا، جس کی کیفیت بیان نہیں کی جا سکتی ہے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے ہر فن کے لیے ایسے باکمال اساتذہ عطا فرمائے تھے، جو اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے۔ آپ پر اساتذہ کی اس قدر عنایات و توجہات تھیں کہ کسی

دوسرے شاگرد پر اتنی نہ تھیں۔

(۳) محدثِ شمس آبادی کے تیسرے روحانی اور معنوی استاذ شیخ العرب والعجم مولانا حاجی امداداللہ مہاجرِ مکی تھے، جو باقاعدہ عالم تو نہیں تھے، مگر عالم گر ضرور تھے۔ بڑے بڑے علم وفضل کے اساطین ان کی کفش برداری کو اپنے لیے باعثِ فخر وسعادت سمجھتے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت مولانا گنگوہی اور حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی انہیں کے خلفائے مجاز میں سے تھے۔ حاجی کے بارے میں مولانا محمد قاسم بانی دارالعلوم دیوبند کا یہ ریمارکس کتنا پُر معنی اور مبنی بر حقیقت ہے کہ: ''حاجی امداداللہ عالم نہیں بلکہ علماء گر ہیں۔'' محدث شمس آبادی فرماتے تھے کہ: ''حاجی صاحب مثنوی و معنوی کا درس ہمیشہ بیت اللہ شریف میں عصر کی نماز کے بعد دیا کرتے تھے اور ہمیشہ مجھے خطاب کر کے فرمایا کرتے تھے کہ مولوی تم پڑھو، چناں چہ مثنوی رومی کے اشعار جب میں ترنم سے پڑھا کرتا تھا تو حاجی زاروقطار رویا کرتے تھے۔'' مولانا شمس آبادی کی آواز میں بہت ہی سوز وگداز تھا۔ قدرت نے آپ کو لحنِ داؤدی عطا فرمایا تھا، اور حاجی صاحب آپ کے حسنِ صَوت، آپ کے لہجہ اور ترنم پر فریفتہ تھے۔ یہی وجہ تھی کہ جب آپ اپنے مخصوص پُرسوز لہجہ میں مثنوی رومی کے اشعار پڑھتے تھے تو حضرت حاجی صاحب پر رقت طاری ہو جاتی تھی۔ مولانا محدث شمس آبادی فرمایا کرتے تھے کہ: '' طریقۂ تدریس یوں تھا کہ پہلے پورے صفحہ دو صفحہ پڑھوا کر پھر اس کا سلیس ترجمہ کر کے مطلب کے ساتھ ساتھ اسرارِ سربستہ اور رموز غوامض کی نہایت شستہ اور شگفتہ انداز میں سہلِ ممتنع کے طور پر وضاحت فرماتے جاتے تھے۔ حق تعالیٰ نے آپ کو تفہیم کا وہ ملکہ عطا فرمایا تھا کہ مشکل سے مشکل تصوف کے مسائل کو ایسے دِلنشین انداز میں بیان فرماتے

کہ ایک دفعہ سُن لینے کے بعد پھر وہ ذہن سے نہیں اُترتے تھے۔" مولانا محدث [شمس آبادی] فرماتے تھے کہ: "اہلِ مکہ نہایت تُند مزاج، ترش رُو اور سخت طبیعت ہیں۔"

شادیاں اور اولاد:

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ آپ نے تین شادیاں کی تھیں۔ پہلی شادی تحصیل علم کے لیے عازمِ حجاز ہونے سے قبل دورانِ تعلیم ہی ہو چکی تھی۔ آپؒ کی بڑی لڑکی بی بی ہاجرہ تقریباً دو برس کی تھی کہ آپ مکہ معظّمہ چلے گئے۔ وہاں آپ نے چار پانچ برس بسر کیے تھے۔ اس طول وطویل جدائی نے تمام خاندان کو آپؒ کا مشتاق بنا دیا تھا، سب سے زیادہ آپؒ کی بچی بی بی ہاجرہ اپنی توتلی زبان سے آپؒ کو ہمیشہ یاد کیا کرتی تھی۔

آپؒ نے زمانۂ قیامِ حجاز کے دوران میں غالباً بنی عذرہ کی ایک عرب خاتون مسماۃ زینب سے نکاح بھی کیا تھا، جس کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام عبدالحق تھا۔ ان کے بارے میں بھی تفصیل پہلے گذر چکی ہے۔ یہاں پہنچ کر بھی آپؒ باقاعدہ ان کے نان نفقہ کے لیے ماہوار رقم ارسال فرماتے رہے۔ جب تک وہ زندہ رہے، ان کو نان نفقہ ارسال کرتے رہے۔

آپ کے وطن واپسی کے چند سال بعد آپ کی پہلی اہلیہ راہی ملک بقا ہوئیں تو کچھ عرصہ بعد آپ نے اپنے گاؤں کے ایک دین دار گھرانے کی ایک پاک باز اور نیک دل بیوہ سے نہایت سادگی کے ساتھ نکاح کر لیا۔ آپ کی یہ اہلیہ بھی آپ کی وفات سے کچھ عرصہ پہلے ملکِ عدم کو سدھار گئیں۔ ایک عجیب اتفاق دیکھئے کہ مولانا فضلِ حق نے تین نکاح کیے تھے [اور] آپ کی تینوں ازواج کا نام زینب تھا۔

اہلیہ کی وفات کے بعد آپ نے خود کو بیماریوں اور ضعف کے باوجود دین کی خدمت میں مگن کر دیا اور ہر وقت مسجد اور مدرسہ ہوتے تھے۔ چوں کہ پہلے بھی آرام بہت کم ہوتا تھا، مگر اب تو زیادہ تر وقت درس وتدریس اور ذکراذکار میں خرچ ہونے لگا۔ انہی گوناگوں مصروفیات کی وجہ سے آپکی صحت دن بدن گرنے لگی۔

وفات:

دن رات کی محنت سے مختلف بیماریوں نے گویا آپ پہ یلغار کر دی۔ آنکھوں میں موتیا اُتر آنے کی وجہ سے تدریسی کام ختم ہو کے رہ گیا، اس کے ساتھ ہی مطالعہ بھی ناپید ہوا۔ اب زیادہ وقت ذکراذکار میں ہی گذرتا تھا۔ آخر نواحِ ۱۹۲۹ء میں وہ وقت آ گیا کہ ایک روز صبح کی نماز کے بعد خلافِ معمول جلد گھر آ گئے اور آتے ہی بستر پر لیٹ گئے۔ گھر والوں نے جا کر طبیعت پوچھنا چاہی تو آپ کی روح پرواز کر چکی تھی۔ آپ کی رحلت اس گئے گذرے دور میں بھی بجلی کے کوندے کی طرح ہر ہر جگہ لپک کے پہنچ گئی۔ عصر کی نماز کے بعد آپ کا جنازہ آپ کے صاحبزادہ مفتی محمد عمرؒ اور دوسرے بزرگوں کے مشورہ سے شیخ الحدیث مولانا نصیرالدین غورغشتویؒ نے پڑھایا اور تدفین کے بعد ملک بھر کے علما کی موجودگی میں شیخ الحدیث غورغشتویؒ نے آپ کے صاحبزادہ مفتی محمد عمرؒ کی دستار بندی کی اور اُنہیں اپنے والد محدث شمس آبادیؒ کا جانشین بنا کر فتویٰ نویسی کا کام سونپا گیا۔



مولانا مفتی محمد عمر شمس آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ

نام ونسب:

مفتی محمد عمر رحمہ اللہ تعالیٰ ولدِ مولانا فضلِ حق محدث رحمہ اللہ تعالیٰ (شمس آباد) ولدِ مولانا برہان الدین رحمہ اللہ تعالیٰ ولدِ مولانا محمد منیر رحمہ اللہ تعالیٰO

خاندانی پسِ منظر:

مولانا محمد منیر رحمہ اللہ تعالیٰ جو اس خانوادہ کے جدِ امجد ہوتے ہیں، برٹش ایمپائر سے قبل ان کے والد و بزرگ ہزارہ کے سرحد پار کے علاقہ سے غالباً سکھوں اور سید صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی آویزش کے دوران کسی پُرآشوب زمانہ میں ترکِ وطن کر کے شمس آباد میں آ کر فروکش ہو گئے تھے۔ مولانا محمد منیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے کافی طویل عمر پائی تھی اور علاقہ کے اکثر علما ان کے شاگرد تھے۔ شمس آباد کے مشہور نحوی عالم جو پٹھانوں میں گڈ ملا صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نام سے مشہور ہیں، وہ بھی مولانا محمد منیر رحمۃ اللہ تعالیٰ کے شاگردِ رشید تھے۔ گڈ ملا صاحبؒ گاؤں میں جی بابا رحمہ اللہ تعالیٰ کے نام سے معروف ہیں۔ مولانا محمد منیر رحمہ اللہ تعالیٰ کے دولڑکے تھے۔ بڑے مولانا برہان الدین رحمہ اللہ تعالیٰ کو چک مولانا غلام حبیب رحمہ اللہ تعالیٰ، جو عالمِ اجل تھے، جن کی فارسی میں ایک تصنیف ''شرح ملا جامی'' کا ایک حاشیہ، غیر مطبوعہ ہمارے کتب

خانہ کے نوادرات میں موجود ہے، جو ایک نہایت نفیس ولطیف کتاب ہے ۔[اور] دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔مولانا برہان الدین رحمہ اللہ تعالیٰ کے چار فرزند دو بیویوں کے بطن سے تھے۔چھوٹی بیوی کے بطن سے بھی دو لڑکے تھے،جن کے نام علی الترتیب محمد امین ونصیر احمد تھے۔محمد امین حافظِ قرآن تھے۔اور نصیر احمد واجبی سے لکھے پڑھے تھے اور بڑی زوجہ کے بطن سے بھی دو فرزند تھے۔جن میں سے خورد کا نام عبدالغفور تھا، جو حافظِ قرآن اور خوش الحان بھی تھے ۔ وہ گاؤں میں کاشت کاری کیا کرتے تھے اور فرزندِ بزرگ کا نام فضلِ حق تھا، جو جس طرح عمر کے لحاظ سے سب سے بڑے تھے،اس طرح علم وفضل کے اعتبار سے بھی سب سے بلند و برتر تھے، جو آگے چل کر مولانا فضلِ حق محدثِ شمس آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نامِ نامی سے معروف ہوئے۔یہی میرے جدِ امجد ہوتے ہیں اور ہمارے ہیرو[صاحبِ تذکرہ] مفتی محمد عمر رحمہ اللہ تعالیٰ کے والد ماجد ہیں ۔ان کے تلامذہ میں سے بڑے بڑے مستند علما شامل ہیں، جیسا کہ آگے چل کر ہم آپ کو بتاسکیں گے۔مفتی رحمہ اللہ تعالیٰ کا خاندان اعوان علوی برادری سے تعلق رکھتا تھا،یعنی آپ اعوان تھے۔

مولانا فضلِ حق محدث رحمہ اللہ تعالیٰ کے تحصیلِ علم کی سرگذشت:

مولانا فضلِ حق رحمہ اللہ تعالیٰ تقریباً انیسویں صدی عیسوی کے وسط میں جب کہ آپ متوسطات پڑھ [ ] رہے تھے،اچانک کسی قافلہ کے ہمراہ سرزمینِ ہند کو خیر باد کہہ کر سرزمینِ حجاز پہنچ کر اُم القریٰ مکہ معظّمہ کی مشہور ومعروف دینی درس گاہ صولتیہ میں داخل ہو گئے اور مختلف علوم وفنون کی کتابیں شروع کر دیں ۔اُس وقت

صولتیہ کا سورج نصف النہار پر جگ مگ جگ مگ کر کے ضوافشانی کر رہا تھا۔ کیوں کہ اُس زمانہ میں صولتیہ کے اندر ہند و بیرون ہند کے چوٹی کے علما و فضلا، قراء اور زہاد و اصفیا کا مجمع لگ رہا تھا اور ہر قسم کے اہلِ کمال کا جمِ غفیر کا وہاں اجتماع ہو رہا تھا۔ ۱) رأس الاتقیا والاصفیا شیخ العرب والعجم حاجی امداد اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ بھی وہاں موجود تھے، گو آپ صولتیہ سے قانونی طور پر وابستہ نہیں تھے، لیکن موصوف کی ہمدردیاں اور دلچسپیاں اسی ادارہ کے ساتھ تھیں، جو خارجی اوقات میں مدرسہ کے طلبا وغیرہ کو مثنوی کا درس دیا کرتے تھے۔ چناں چہ مولانا فضلِ حق رحمہ اللہ تعالیٰ نے اُسی زمانہ میں حاجی [صاحب] رحمہ اللہ تعالیٰ سے مثنوی معنوی پڑھی تھی۔ چوں کہ مولانا موصوف رحمہ اللہ تعالیٰ بڑے خوش الحان تھے، لہٰذا ہمیشہ حاجی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ انہیں سبق شروع ہونے سے پہلے فرما دیا کرتے تھے ''مولوی تم پڑھو''۔ جب مولانا فضلِ حق رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے لحنِ داؤدی سے مثنوی کے اشعار اپنی مترنم آواز میں پڑھتے تو حضرت حاجی [صاحب] رحمہ اللہ تعالیٰ اشک بار ہو جایا کرتے تھے۔ ۲) رئیسِ صولتیہ، شیخ الحدیث اور صدر المدرسین مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمہ اللہ تعالیٰ فاتحِ عیسائیت تھے، جن کی بے مثال تصنیف ''اظہارِ حق'' نے عیسائیت کے ایوانوں میں تہلکہ مچا دیا تھا اور جنہوں نے مشہور عیسائی مناظر پادری فنڈر کو شکستِ فاش دے کر ہمیشہ کے لیے نیست و نابود کر دیا تھا۔ ۳) مولانا محمد نور رحمہ اللہ تعالیٰ بھی اسی ادارہ کی زینت تھے، جو نہایت بالغ نظر علّامہ تھے۔ ۴) مولانا عبد الاوّل جون پوری رحمہ اللہ تعالیٰ، جن کی تعریف کرنا سورج کو چراغ دِکھانے کے مترادف ہے، جن کی ہستی اور شخصیت کسی تعریف کی محتاج نہیں۔ رئیس القراء قاری عبد اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

ہمارے مولانا فضلِ حق رحمہ اللہ تعالیٰ نے اِنہیں [اِنہی] قاری صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے مصری لہجہ میں مشق کر کے پورے فن کی تکمیل کی، غرضیکہ مولانا فضلِ حق رحمہ اللہ تعالیٰ مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ میں متواتر چار سال رہ کر کسب علم اور تکمیلِ فنون کرتے رہے۔ اس دوران میں آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے وہاں عرب قبیلہ بنوز ہرہ کی ایک خاتون سے شادی بھی کی تھی، جن کے بطن سے ایک لڑکا بھی متولد ہوا، جن کا نام عبدالحق تھا۔ مولانا فضلِ حق رحمہ اللہ تعالیٰ کی حیات میں ہی وہ دونوں ماں اور بیٹا وفات پا گئے تھے۔ جب مولانا فضلِ حق رحمہ اللہ تعالیٰ کو صولتیہ میں تین چار برس ہو گئے تو آپ کے والد ماجد مولانا برہان الدین رحمہ اللہ تعالیٰ آپ کو وطن واپس لانے کے لیے مکہ معظمہ حج کے موسم میں گئے۔ وہاں پہنچتے ہی آپ رحمہ اللہ تعالیٰ علیل ہو گئے، تو موصوف رحمہ اللہ تعالیٰ نے وفات سے پہلے وصیت فرمائی کہ "فضلِ حق بیٹا! تم علوم کی تکمیل کر چکے ہو، لہٰذا حج کے بعد یہاں سے بلا توقف وطن چلے جانا، کیوں کہ پیچھے تیرے چھوٹے بھائی، بہن ہیں اور پردہ دار مستورات [بھی] ہیں۔ اِس واسطے تمہارا واپس جانا ضروری ہے۔ دیگر یہ کہ اب کی بار حج میرے لیے کرنا۔" چناں چہ مولانا برہان الدین رحمہ اللہ تعالیٰ نے علالت کے دوران ہی بیت اللہ شریف کا طواف چارپائی پر کیا اور طواف کے دوران ہی آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے داعیِ اجل کو لبیک کہا۔ اناللہ الخ O چناں چہ صولتیہ کے علما و فضلا کے مجمع نے آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کی نمازِ جنازہ پڑھ کر جنت المعلیٰ میں موصوف کو سپردِ خاک کیا۔ سچ ہے:

ع پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

اور ع یہ مرتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

والد رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات کے بعد مولانا فضلِ حق رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''مدرسہ صولتیہ'' سے فنونِ مروجہ کی تحصیل وتکمیل کی سند لی اور قرأتِ سبعہ کی سند لے کر مراجعت فرمائے وطن ہوگئے۔ تحصیل علوم وفنون یعنی حدیث کی سند عربی میں ہے، جس پر مدیرِ مدرسہ کے دستخط اور مہر بھی موجود ہے اور قرأت مصری لہجہ میں تحصیل کی، سند اردو میں ہے، اگر طوالت کا خوف دامن گیر نہ ہوتا تو دونوں اسناد من و عن نقل کرتا یا ان کے اقتباس ہی نقل کر دیتا۔ چنانچہ یہ پوری تفاصیل اور اسناد کی نقول میں نے ''یادِ رفتگاں'' کے عنوان سے مجلّہ ''تعلیم القرآن'' کے کسی شمارہ میں شائع کر [کروا] دی ہیں*۔ مولانا فضلِ حق رحمہ اللہ تعالیٰ سے درسِ حدیث وتفسیر اور درسِ مثنوی کا فیض تو ایک جمِ غفیر نے حاصل کیا، مگر ان کے تلامذہ میں سے تین چار شخصیتوں کے نام خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں۔ ا) مولانا عبدالرحمٰن صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سابق صدر مدرس ''مدرسہ مظاہر العلوم'' سہارن پور، ۲) مفتی محمد عمر رحمہ اللہ تعالیٰ شمس آبادی، ۳) مولانا عبدالقادر صاحب۔۔۔۔ معروف چھچھ ملّاں صاحب مدظلہٗ [رحمہ اللہ تعالیٰ]، ۴) مولانا حمداللہ جان صاحب مدظلہٗ، موضع ڈاگئی ضلع مردان، اس سلسلہ کے کچھ ارشادات ''تجلیاتِ رحمانی'' مرتبہ: قاری سعید الرحمٰن رحمہ اللہ تعالیٰ میں بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔ میں اپنے موضوع سے ذرا دور ہٹ گیا تھا، مگر اس سلسلہ میں یہ تفاصیل ناگزیر تھیں، جس کی وجہ سے آپ کی سمع خراشی کرنی [کرنا] پڑی۔

اُولٰئِکَ آبائی فَجِئنی بِمِثلِهِمُ

اِذَا جَمَعتنا یا جَرِیرُ المَجامِعُ

مفتی محمد عمر رحمہ اللہ تعالیٰ کا کسبِ علوم وفنون یا تحصیلِ علم کے لیے سفر:

مفتی محمد عمر رحمہ اللہ تعالیٰ نے اکثر کتبِ درسیہ کی تحصیل اپنے جلیل القدر والد مولانا فضلِ حق رحمہ اللہ تعالیٰ سے کی۔ حتیٰ کہ دورۂ حدیث کی تکمیل بھی انہیں سے کی، اور یوں مفتی صاحب موصوف رحمہ اللہ تعالیٰ کی سندِ حدیث صرف ایک واسطہ سے مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمہ اللہ تعالیٰ تک جا پہنچتی ہے۔ اس سے آگے کا سلسلہ مشہور ومعروف ہے۔ کما لا یخفیٰ علی المھرة O البتہ کچھ کتابیں منطق اور فقہ واصولِ فقہ کی موصوف نے اپنے وطنؒ کے دو نامور عالموں سے بھی پڑھی ہیں، جن کے نام یہ ہیں: ۱) سید عمر میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ آف موسیٰ، ۲) مولانا سید رسول صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ ساکن کامل پور موسیٰ، علمائے سرحد میں سے آپ کے دو استاذ مشہور ہیں: ۱) شب قدر کے مولانا صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ، جن کا نام محفوظ نہیں! وہ مولانا شب قدر کے نام سے ہی معروف تھے۔ دوسرے استاذ مولانا صاحب آف تُغ، کوہاٹ، ان کا اسمِ مبارک بھی ہمارے علم میں نہیں! آپ عام طور پر تُغ مولانا صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نام سے ہی مشہور تھے۔ اِن دونوں علما سے مفتی صاحب نے قیامِ کوہاٹ کے ایام [میں] کسبِ فیض کیا تھا۔

پیدائش وایامِ طفولیت:

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی پیدائش ۱۸۹۶ء میں ہوئی۔

چھوٹی عمر میں آپ رحمہ اللہ تعالیٰ خاموش طبع تھے اور کھیل کود سے چنداں دلچسپی نہیں تھی اور بچپن میں آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کی زبان میں بہت زیادہ لُکنت تھی، جس کی وجہ سے موصوف رحمہ اللہ تعالیٰ کی والدہ ماجدہ از حد مغموم رہا کرتی تھیں اور دُعا کیا کرتی تھی کہ: ''بارِ الٰہا! محمد عمر کو عالم با عمل بنا دے اور اے خداوندا! اگر یہ تم کو منظور نہیں تو پھر اس کو معمولی درجے کا امام مسجد ہی بنا دے، تاکہ درست تلفظ کے ساتھ قرآنِ مجید پڑھ کر امامت تو کرا سکے۔'' پھر جب چودہ پندرہ برس کی عمر کو پہنچے تو رفتہ رفتہ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کی لُکنت ختم ہوتی گئی، بل کہ حق تعالیٰ نے آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کو خوش بیانی اور فصاحت لسانی کی دولت سے مالا مال فرما دیا۔ ذٰلِکَ فضلُ اللہ یُؤتیہِ من یشاء الآیۃ O بعد میں علمِ دین کے حصول میں جب آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کا ذوق وشوق بڑھا اور اپنے تمام ہم سبق ساتھیوں سے گوئے سبقت لے گئے تو پھر مرحوم کی والدہ ماجدہ پُر اُمید ہو کر اکثر یہی دُعا مانگنے لگیں: ''اے رب العزت! اس میرے بیٹے کو علمائے چھچھ کا سرتاج اور سردار بنا دے۔'' جب آپ رحمہ اللہ تعالیٰ جمیعۃ العلماء اٹک کے مفتی متفقہ طور پر منتخب ہو گئے تو تمام آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کے رِشتہ داروں میں یہی بات مشہور ہو گئی کہ یہ صرف مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی والدہ ماجدہ صاحبہ کی شبینہ دُعاؤں اور آہِ سحری کا اثر ہے، کہ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ علمائے اٹک کے مفتی مقرر ہو گئے ہیں۔ یہی ہے علمائے چھچھ کی سرداری!

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کی تدریسی خدمات اور فتاویٰ نویسی کی ذمہ داریاں:

حضرت مفتی رحمہ اللہ تعالیٰ کے والد ماجد حضرت مولانا فضلِ حق محدث رحمہ اللہ تعالیٰ کی رحلت نواحِ ۱۹۲۹ء میں ہوئی اور حضرت مفتی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کی حیات میں ہی مسندِ درس بچھائی تھی۔ ہمارے علاقہ چھچھ میں عام طور پر علما اپنی اپنی مسجدوں میں بیٹھ کر فی سبیل اللہ طلبائے کرام کو یعنی علاقہ کے طلبا اور افغان طلبا کو درس دیا کرتے ہیں اور ذریعۂ تعلیم عام طور پر پشتو زبان ہوتی ہے۔ علاقہ [چھچھ] چوں کہ مردم خیز (علم خیز) ہے، لہٰذا ہر ہر عالم کی مسجد مستقل دار العلم (یا درس گاہ) ہے اور علاقہ کی اصطلاح میں اس کو درس کہتے ہیں۔ یہ بے نظیر رسم صرف اسی علاقہ میں مروج ہے کہ علاقہ کے اکثر علما اپنا کھا کر فی سبیل اللہ مفت طلبا کو علمِ دین پڑھایا کرتے ہیں۔

مولانا فضلِ حق محدث رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی مسجد میں طلبائے کرام کو درسِ حدیث دیا کرتے تھے تو حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرطِ ادب کی وجہ سے دوسری مسجد میں جا کر پٹھان طلبا کو درس دیا کرتے تھے۔ حضرت مفتی رحمہ اللہ تعالیٰ کا اصول تھا کہ وہ کوئی چھوٹی سے چھوٹی کتاب بغیر مطالعہ کیے نہیں پڑھایا کرتے تھے۔ عام طور پر مندرجہ ذیل علوم کی کتابیں آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کے زیرِ درس رہا کرتی تھیں: علمِ صرف، نحو، معانی، کلام، فقہ واصولِ فقہ، فنِ تجوید، تفسیر، حدیث واصولِ حدیث بغیر مطالعہ کیے آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کوئی کتاب نہیں پڑھایا کرتے تھے۔

دورانِ مطالعہ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کے استغراق کی یہ کیفیت ہوتی تھی کہ بالکل اپنے گرد و پیش سے بے خبر ہو جاتے تھے، یہاں تک کہ جب آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کتب بینی میں محو اور مستغرق ہوتے تھے، تو ہم لوگ اپنے اپنے مذاق کی مختلف

کھانے پینے کی روغنی اشیا بنا کر کھالیا کرتے تھے، جیسے پکوڑیاں، کباب، سموسے وغیرہ ،مگر واللہ حضرت مفتی رحمہ اللہ تعالیٰ کو قطعاً اس کی کوئی خبر بھی نہیں ہوتی تھی، حالاں کہ تیل سے بنی ہوئی اشیا کے استعمال کے آپ رحمہ اللہ تعالیٰ سخت مخالف تھے، مگر یہ ہمارا بارہا کا تجربہ ہے، جس میں کسی ریب وشک کی گنجائش نہیں۔ اکثر ہم لوگ اسی انتظار اورتاک میں رہتے تھے کہ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ مطالعہ شروع کریں تو ہم بھی تیل میں تلی ہوئی اشیا بنا کر استعمال کرسکیں، البتہ اگر آپ رحمہ اللہ تعالیٰ اس دوران میں اچانک مطالعہ ختم کر دیتے تو پھر ہمارا بھرم کھل جاتا تھا، مگر ایسا اتفاق بہت کم ہوا کرتا تھا۔

جب ۱۹۳۵ء کے بعد جمیعۃ العلما اٹک کے قیام کے ساتھ ہی آپ رحمہ اللہ تعالیٰ مفتی منتخب ہو گئے تو تدریسی فرائض کے ساتھ فتاویٰ نویسی کی ذمہ داریاں بھی آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کو سونپی گئیں تو آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان دوہری ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے لیے اپنے آپ کو نہایت سنجیدگی اور متانت کے ساتھ زیادہ مستعد اور آمادہ کرلیا تھا، اور اِن دوہرے فرائض سے نمٹنے کے لیے باقاعدہ نظام الاوقات مرتب کرلیا تھا، اور اس کے موافق نہایت آسانی اور سہولت کے ساتھ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ ان خدمات کو تازیست سرانجام دیتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے خالقِ حقیقی کو[سے] جا ملے۔ رحمۃ اللہ علیہ!

اخلاق وعادات اور سیرت و کردار:

حضرت مفتی رحمہ اللہ تعالیٰ نہایت شگفتہ مزاج خوش اخلاق اور خندہ رُو تھے۔ اپنے دوستوں کے ساتھ جس طرح بے تکلف تھے، اِسی طرح اپنے سے چھوٹے

نوجوانوں کے ساتھ بھی نہایت بے تکلفی سے گھل مِل جایا کرتے تھے۔ غرضیکہ وہ اپنی ذات میں خود انجمن تھے۔ نہایت سخی اور جوان مرد تھے، آپ کا دستر خوان بہت وسیع تھا، حتیٰ کہ فتاویٰ نویسی کے زمانہ میں مستفتی حضرات کا تانتا بندھا رہتا تھا۔ بلا تکلف سب کے خورد و نوش کا انتظام نہایت خندہ پیشانی سے کیا کرتے تھے۔ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نہایت خوش خوراک تھے اور اپنے دوستوں کو بھی عمدہ سے عمدہ کھانے کھلا کر رُوحانی فرحت اور انبساط محسوس کیا کرتے تھے۔

علما میں سے آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کا حلقۂ احباب بہت وسیع تھا، مگر مفتی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مراسم مولانا عبدالدیان رحمہ اللہ تعالیٰ آف داماں [۸ر صفر ۱۳۹۱ھ ۵ر اپریل ۱۹۷۱ء بروز پیر]، مولانا محمد عمر خان صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ آف کامل پور، مولانا حبیب الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ ناظم ساکن ویسہ، مولانا عبدالحکیم مدظلہٗ [آپ کی ۱۴ر فروری ۱۹۸۸ء کو رحلت ہو چکی ہے۔] آف حیدرا اور مولانا عبدالحنان مدظلہٗ [آپ کی ۔۔۔۱۹ء کو رحلت ہو چکی ہے۔] آف تاجک، سے نہایت مثالی، گہرے اور مخلصانہ تھے۔ ان حضرات کے تشریف لانے سے یا اِن کے ہاں بطور مہمان تشریف لے جانے میں موصوف روحانی فرحت، حقیقی خوشی، مسرت و شادمانی محسوس کیا کرتے تھے، جیسے کسی کو دولتِ کونین مِل گئی ہو، بقول ئے

اے ذوق کسی ہم دمِ دیرینہ کا مِلنا
بہتر ہے ملاقاتِ مسیحا و خضرؑ سے

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کی دیانت اور علم و فقاہت پر

علمائے چھچھ کا اعتماد:

حضرت مفتی رحمہ اللہ تعالیٰ تقریباً ربع صدی سے بھی زیادہ مدت تک تدریسی اور فتاویٰ نویسی کے فرائض ایک ساتھ انجام دیتے رہے۔ اس قسم کے خشک علمی امور کو لگاتار طویل عرصہ تک نہایت سنجیدگی کے ساتھ خوش اسلوبی انجام دیتے رہنا بہت ہی کٹھن اور جان جوکھوں کا کام ہے۔ ایسے عالمانہ کام بغیر رسوخ فی العلم کے پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچائے جاسکتے ہیں ؎

در کفِ جامِ شریعت در کفِ سندانِ عشق
ہر ہوس نا کے نداند جام و سنداں باختن

کیوں کہ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہر ہر فتویٰ علمائے علاقہ کی علم وفضل کی مجالس ومحافل میں ناقدانہ نگاہ سے دیکھا اور پرکھا جاتا تھا، چناں چہ علمائے چھچھ کے گلِ سَر سبد حضرت شیخ الحدیث مولانا نصیر الدین غورغشتوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے کہ "ہمارے مفتی پورے راوی ہیں۔"

حضرت مفتی رحمہ اللہ تعالیٰ کے انتقال کے بعد حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ تعالیٰ نے بارہا متعدد علما کے سامنے یہ اعتراف کر کے مفتی رحمہ اللہ تعالیٰ کو خراجِ عقیدت پیش کیا کہ "مفتی مرحوم کے علم وفضل اور دیانت پر مجھے اِتنا بھروسہ اور اعتماد تھا کہ اُن کے لکھے ہوئے فتویٰ پر میں آنکھیں بند کر کے دستخط کر دیا کرتا تھا، مگر ان کے بعد اب میرے لیے ایسا کرنا ممکن نہیں ہے۔"

دَرحقیقت جس طرح مفتی رحمہ اللہ تعالیٰ کو حضرت شیخ الحدیث رحمہ

اللہ تعالیٰ سے عقیدت تھی، اسی طرح شیخ الحدیث رحمہ اللہ تعالیٰ کو بھی مفتی رحمہ اللہ تعالیٰ سے قلبی تعلق اور خصوصی لگاؤ تھا، اس کی تائید میں صرف ایک واقعہ کی طرف اشارہ کر دینا کافی ہوگا! وھو ھذا ؛ کہ حضرت شیخ الحدیث غور غشتوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جب مشکوٰۃ المصابیح پر اپنا بے نظیر حاشیہ شائع کیا تو موصوف رحمہ اللہ تعالیٰ نے پورے علاقہ کے علما میں سے صرف حضرت مفتی رحمہ اللہ تعالیٰ کو بطور عطیہ کے ایک نسخہ مرحمت فرمایا تھا۔

ع ایں سعادت بزورِ بازو نیست! رحمھما اللہ تعالیٰ

مولانا حبیب الرحمٰن ناظم رحمہ اللہ تعالیٰ نے متعدد بار مجھے فرمایا کہ "مفتی رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات کے بعد ہماری علمی مجالس پر مُردنی چھا گئی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مفتی مرحوم کے بعد ہمارے دِل مُرجھا گئے ہیں۔ زندگی بے کیف ہوگئی ہے۔"

مولانا عبدالحنان رحمہ اللہ تعالیٰ آف تاجک اور مولانا عبدالحکیم رحمہ اللہ تعالیٰ ساکن حیدرا بھی اس قسم کے اپنے تاثرات کا بارہا اظہار کر چکے ہیں کہ "مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے بعد ہماری علمی اور ادبی صحبتیں بے کیف ہوگئی ہیں۔ بلکہ مفتی رحمہ اللہ تعالیٰ کے زمانہ کی علمی صحبتوں کی جب یاد ستاتی ہے تو آنسو نکل آتے ہیں۔ ولنعم ما قیل ! ؎

تمتع من شمیم حلِ نجد

فما بعد العشیۃ من عرار

حضرت مفتی رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس صرف ضلع اٹک کے استفتا ہی نہیں آتے تھے، بل کہ صوبہ سرحد [موجودہ، خیبر پختون خواہ] کے اضلاع ہزارہ، پشاور، کوہاٹ اور سرحد پار کے استفتا بھی آیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ کوہاٹ کے ایک بہت

بڑے عالمِ دین نے مفتی رحمہ اللہ تعالیٰ کو ایک ساتھ دس پندرہ بہت پیچیدہ علمی مسائل فارسی میں لکھ کر ارسال کیے تھے۔ چناں چہ انہوں نے ان تمام نادر مسائل کے جوابات فارسی میں نہایت مدلل ومبرہن کر کے تحریر فرما دیئے تھے۔ (ان سب فتاوٰوں کا اردو میں ترجمہ کر کے راقم السطور نے مجلّہ ''تعلیم القرآن'' [راول پنڈی] کے کسی گذشتہ شمارے میں شائع کر [کروا] دیا تھا، لہٰذا ''تعلیم القرآن'' کے صفحات میں ان مسائل کو ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔)

ایک علمی سانحہ اور دینی المیہ:

کسی اردو کے مشہور ادیب نے ایک مضمون تحریر کیا تھا، جس کا عنوان ہے ''مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ'' اگر مفتی رحمہ اللہ تعالیٰ زندہ ہوتے تو اپنے بعض بدسگال دوستوں کی چیرہ دستیوں سے بھی اِسی قسم کی فریاد کرتے کہ ''مجھے بھی میرے خود غرض دوستوں سے بچاؤ۔'' موصوف رحمہ اللہ تعالیٰ کی فتاویٰ نویسی کے ابتدائی دو سالوں کا کوئی ریکارڈ موجود ہی نہیں، کیوں کہ جمیعۃ [العلما] کے دفتر کی طرف سے اس کا کوئی انتظام نہیں کیا گیا تھا اور نہ ہی آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس کوئی منشی یا نائب تھا ،مگر بعد میں جمیعۃ کے ناظمِ اعلیٰ مولانا حبیب الرحمٰن رحمہ اللہ تعالیٰ ساکن ویسہ نے اس ضرورت کو محسوس کیا، چناں چہ ناظم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے زیرِ انتظام ہر ہر فتویٰ کی نقل کر کے رجسٹر میں جمع ہونے لگی اور اس طرح چند برسوں میں فتاوٰوں کا ایک بڑا ذخیرہ جمع ہو گیا، جن کی تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی تھی۔ مفتی رحمہ اللہ تعالیٰ کی رحلت کے بعد جب ناظم مرحوم (جو اس وقت بقیدِ حیات تھے۔) سے ان فتاوٰوں کی ترتیب و

تہذیب کے بارہ میں گفتگو کی گئی تو ناظم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''وہ فتاوؤں کا مجموعہ فلاں مولوی صاحب مجھ سے مطالعہ کے لیے مانگ کر لے گئے ہیں، اُن سے جا کر کہو کہ وہ فتاوے واپس کردے''، مگر اُن مولوی صاحب سے جب ان کی واپسی کے لیے کہا گیا تو وہ سَستی شہرت کے بھوکے مولوی صاحب یک قلم مُنکر ہو گئے اور کہنے لگے کہ میں نے تو کبھی بھی ناظم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے فتووؤں کا مجموعہ نہیں مانگا تھا۔ اس کے بعد حضرت ناظم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے حصول کے لیے بہت جستجو اور تگ ودَو کی، مگر بے سُود۔ زمیں جُنبد نہ جُنبد گل محمد! والا مضمون تھا، بہرحال اس حادثۂ فاجعہ پر جتنا بھی افسوس کیا جائے کم ہے۔

تصنیف وتالیف:

حضرت مفتی رحمہ اللہ تعالیٰ کو اپنی بے شمار معیشی ومعاشرتی اور علمی یعنی تدریسی وفتاویٰ نویسی جیسی اہم مصروفیات کی وجہ سے تصنیف وتالیف کی بہت کم فرصت ملی تھی۔ اس پر مجموعہ فتاویٰ کی گم شدگی مستزاد تھی، تاہم ممدوح نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں ''عقائدِ اسلام'' کے نام سے ایک رسالہ تالیف کیا تھا، جس کی تسوید وتبییض سے اپنی زندگی کے آخری دن میں ہی فراغت حاصل کی تھی۔ اس کے علاوہ آپ کے بچے کھچے چند فتاوؤں سے سے ایک کتابچہ ''چہل مسائل'' کے نام سے بھی مرتب ہو چکا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ موصوف رحمہ اللہ تعالیٰ کے فتاوؤں میں بہت تنوع تھا۔ یہاں تک کہ تصوف وسلوک کے متعلق بھی استفتا آپ کے پاس آتے رہتے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ اسی نوع کا ایک فتویٰ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس ضلع

جھنگ سے وحدۃ الوجود کے بارے میں موصول ہوا تھا، جس کے جواب میں موصوف نے مثنوی کے اس شعر سے بھی استدلال کیا تھا ۔

زندہ معشوق اَست و عاشق مردہ

جملہ معشوق اَست و عاشق پردہ

اِسی طرح ایک فتویٰ چنیوٹ، جھنگ سے شیخ القرآن [مولانا] غلام اللہ خان مدظلہٗ [آپ کی ۲۶رمئی ۱۹۸۰ء کو رحلت ہو چکی ہے۔] کے واسطہ سے حیاۃ النبی کے موضوع پر بھی موصول ہوا تھا (یہ اُس زمانہ کی بات ہے کہ جب دارالعلوم تعلیم القرآن میں شعبۂ استفتا کا اجرا نہیں ہوا تھا، اور نہ ہی اس مسئلہ نے نزاع کی شکل اختیار کی تھی۔) جس کا جواب بھی موصوف نے قرآن و حدیث کی روشنی میں نہایت مبرہن کر کے لکھا تھا، مگر افسوس کہ یہ فتوے بھی دست بُردِ زمانہ سے محفوظ نہ رہ سکے۔ بسیار جستجو کے باوجود نہ یہ فتوے مِل سکے اور نہ ہی اِن کے مستفتیوں کا نام و پتہ دستیاب ہو سکا۔ بقول :

ما کل یتمنی المرءُ یدرکہٗ

تجری الریاح بما لا تشتھی السُفُن

مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اور شعر و شاعری:

دراصل شعر و شاعری کو علما نے نہ کبھی درخورِ اعتنا سمجھا تھا اور نہ ہی اس صنف کو قابلِ فخر تصور کیا، ورنہ ہر ایک عالم اپنے اپنے دور کا لبید و نابغہ، حافظ و انوری اور غالب و اقبال ہوتا۔ چناں چہ اِسی حقیقت کی طرف حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس شعر میں اشارہ کیا ہے ۔

ولو لا الشعر بالعلماءِ یزری
لکنتُ الیومَ اشعر من لَبید

حضرت مفتی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بلا وجہ کبھی شعروشاعری میں دلچسپی نہیں لی، مگر بوقتِ ضرورت مذہبی اس شعروادب کی وادی میں بھی قدم رکھنے سے گریز نہیں فرمایا، بل کہ نہایت جرأت وتہوّر کے ساتھ اعدائے دین کو ترکی بترکی اینٹ کا جواب پتھر سے دیا کرتے تھے۔

اس میدان میں ممدوح رحمہ اللہ تعالیٰ عربی، فارسی اور اردو میں نہایت بے تکلفی سے طبع آزمائی کرکے اچھے خاصے اشعار کہہ لیتے تھے۔ غالباً ۱۹۳۷ء میں جب کہ خاکسار تحریک اپنے نقطۂ عروج پر تھی، انہی ایام میں ایبٹ آباد کے کسی مغرب زدہ وکیل نے علامہ عنایت اللہ مشرقی مرحوم کی مدح میں ایک نظم لکھی، جس میں اُس بے باک شخص نے علمائے کرام پر بھی سخت چوٹیں کی تھیں، بلکہ علمائے دین کے خلاف بہت دریدہ ذہنی کا مظاہرہ کیا تھا، جس کو دیکھ کر حضرت مفتی رحمہ اللہ تعالیٰ حمیّتِ دینی کی وجہ سے تلملا اُٹھے اور اُسی وقت اس ہجو کا جواب اُسی زمین اور ردیف وقافیہ میں لکھ کر چھپوادیا تھا۔ نمونہ کے طور پر اس نظم کے چند اشعار ملاحظہ کیجئے۔ وھو ھذا

اے غلامِ مغربی اے رہنمائے مفسداں
تیری تعلیم ہے ضلالت مولوی میں یہ کہاں
سوئے چاہ سجین کے ہے اے غلام مسکن تیرا
سوئے اس کے مولوی کا خود نہیں پہنچا گماں
توڑتا ہے تُو تعلق عابد و معبود کا

تیری اس تعلیم سے ہے الامان والاماں

ہجوگو نے کہا تھا۔

اس کے معلومات ہیں منیہ، قدوری تک فقط
تُو شناورِ علم کے ذخار دریا میں رواں

مفتی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا ۔

ترے معلومات ہیں پوتھی اناجیلوں تلک
مولوی کا علم ہے تفسیر، حدیث اے بدگماں
بہادر ہے چالاک تو اور باوفا ہے مولوی
آج اگر تم کو نہ ہوکل ہے شکست اے بدگماں
ہے تری مدِ نظر بس خوار کرناں موموناں
نہ کہ جو لکھا ہے اس مکار* کاذب نے بیاں
ناظم اس رد کا ہے بس سمی مصطفےٰ
ہم سمی یار ثانی با وفا و بے رِیا

[*مداح]

بخوفِ طوالت صرف چند اشعار پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ مندرجہ بالا اشعار میں سے شعر نمبر ۵ بالکل الہامی معلوم ہوتا ہے۔، خاکسار تحریک کا نام ونشاں نہیں مِلتا اور مولوی اِس گئے گذرے دَور میں بھی اس دھرتی پر دَندنا رہا ہے۔

۱۹۳۸ء سے قبل جب کہ علامہ اقبال زندہ تھے۔ کسی فتنہ پرداز شخص نے حضرت حسین احمد مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف چند بے سَر وپا اور غلط سلط باتیں

منسوب کر کے موصوف رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلاف علامہ اقبال کو اُکسایا تو علامہ اقبال نے بھی اس مفسد کی باتوں میں آ کر (قرآنی حکم: ان جاء کم فاسق بنبأ کی طرف [سے] صرفِ نظر کرتے ہوئے۔) مشتعل ہو کر حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلاف فارسی میں ہجو کہہ دی، جس کا پہلا مصرعہ ہے ع: عجم ہنوز نداند رموزِ دیں ورنہ!

جس کو پڑھ کر حضرت مفتی رحمہ اللہ تعالیٰ سخت بے چین ہو گئے اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کی مذہبی حمیت اور علمائے دیوبند کے ساتھ والہانہ عقیدت نے خاموش نہیں بیٹھنے دیا، چناں چہ اسی وقت فی الفور اسی بحر اور ردیف و قافیہ میں فارسی کے چار اشعار نظم کر دیئے۔ ڈاکٹر اقبال نے تین شعر کہے تھے، موصوف رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی تین ہی اشعار میں ان کی تردید کی، البتہ چوتھے شعر میں موصوف رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنا نام نظم کیا ہے، جس کی وجہ سے جوابی اشعار کی تعداد چار ہو گئی ہے۔ چوں کہ مفتی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنا کوئی تخلص نہیں رکھا تھا، اس لیے مقطع میں اپنا نام نظم کر دیا کرتے تھے۔ وھو ھٰذا ؎

حسین احمد چہ عجب داند ز معنے ملت
گر او نداند ز انکار ایں چہ بوالعجبی است

سرود بر سر مجلس کہ اُو نمے داند
مُصر بودن بر ایں چہ کمال بے ادبی است

بمصطفیٰ برساں کہ حسین عاشق تست
وگر بہ او نرساند تمام بے قدری است

نوشت ایں را محمد کہ جزا خیر عمر است

ز غلط فہمی اقبال ایں چہ بوالعجبی است

علاقہ کے بعض وہ علما جن کا شیوہ پیر فروشی تھا، وہ حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کے اپنی اپنی دانست میں خلیفہ اور جانشین ہونے کے بھی مدعی تھے، مگر کسی کی رگِ حمیت نہیں پھڑکی کہ اقبال کے اِن اشعار کا جواب دیتے، مگر حضرت مفتی رحمہ اللہ تعالیٰ نے باوجود اس کے کہ علمائے دیوبند کے شاگرد اور مرید نہیں تھے، مگر علمائے دیوبند سے فرطِ عقیدت کا یہ عالم تھا کہ ان کی شان میں کسی معمولی گستاخی کو بھی برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ سَر اقبال کی ہجو کا جواب دینے پر مجبور ہو گئے تھے۔

ایک زمانہ میں جب کہ حضرت مفتی رحمہ اللہ تعالیٰ کے یارِ غار، حبیبِ لبیب، محرم راز مولانا عبدالدیان رحمہ اللہ تعالیٰ بنگال میں مقیم تھے تو ان دنوں ان ہر دو یکتائے روزگار اعلام کی مراسلت ومکاتبت عربی نظم ونثر میں ہوا کرتی تھی، یعنی کبھی خطاب اور ردالخطاب (خط اور خط کا جواب) منظوم ہوا کرتے تھے اور کبھی منثور!

چناں چہ انہی ایام میں جب مفتی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا موصوف رحمہ اللہ تعالیٰ کو خط لکھا، غالباً وہ خط منظوم تھا، جس میں حضرت مفتی رحمہ اللہ تعالیٰ نے خط کے اختتام پر مولانا کے بڑے خلف الرشید کو جس شعر میں سلام لکھا تھا وہ شعر یہ ہے ۔

ایضاً علیٰ ظهور هو كحل عين نورٍ

ما زال فی سرورٍ فی العلم والكمال

چناں چہ مولانا دامانوی مرحوم نے بھی اسی انداز واسلوب کے ساتھ عربی اشعار میں جواب دیا تھا، جس کے اشعار اس وقت میرے حافظہ میں محفوظ نہیں۔

[یہ اشعار مولانا دامانویؒ کے فرزندِ ارجمند شیخ الحدیث مولانا ظہور الحق مدظلہ کے حافظہ

میں محفوظ تھے، جوانہوں نے اس طرح تحریر کر کے دیئے ہیں۔

کیف یحییٰ مالاتٌ لِی امام المولیٰ
احسن الناس علوماً بعلوم العربی
ثم السلام علیٰ عثمان، حبیب و نعمان
زیّن اللہ جمیعاً بفیوضات نبی العربی]

غور کیجئے کیسے کیسے باکمال اہلِ علم تھے اور کیسے کیسے بے مثال بالغ نظر عالم تھے، مگر سب موت کی آغوش میں جا چکے ہیں۔

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم
تُو نے وہ گنجہائے گراں مایہ کیا کیے

فتوؤں کا نمونہ:

ذیل کا استفتا حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب مدظلہٗ (م: ۱۹۸۰ء) نے اور اُن کے چند رِشتہ داروں نے ارسال کیا تھا، جس کا جواب اس فقیہہ النفس مفتی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح وبسط کے ساتھ نہایت تحقیق وتدقیق سے سپردِ قلم کیا۔ وہ یہ ہے: استفتا! کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرح متین دریں صورت کہ ایک امام مسجد ہیں۔ وقف زمین برائے قبرستان میں ایک کنواں لگوایا ہے، وہ زمین صرف قبروں کے لیے مالکانِ دِہ نے وقف کی تھی اور نیز ایک مالک عبدالغنی صاحب نے (بھی) اپنی زمین برائے قبرستان وقف کی تھی، تو اس امام نے اندرون کاغذات مال میں (خفیہ طور پر) اپنے نام پر کر دی، اور نیز تمام مالکانِ دِہ [دیہہ] کی

زمین جو بظاہر تو قبرستان کے لیے وقف کردی گئی تھی، لیکن اندرون کاغذاتِ مال میں اس کو بھی اس امام نے اپنے نام پر لگوادیا ہے۔ ایسے امام کے متعلق شرعی حکم کیا ہے۔ بینوا توجروا ○ (پھر اس کے نیچے مولانا غلام اللہ خان صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اور ان کے دس بارہ رشتہ داروں کے دستخط ثبت ہیں۔)

الجواب بعون اللہ تعالیٰ:

برتقدیرِ صدق مستفتی، مفتیٰ بہ قول پر شیٔ موقوفہ واقف کی مِلک سے نکل کر اللہ تعالیٰ جلّ جلالہٗ کے مِلک میں داخل ہوجاتی ہے، لیکن واقف نے جو شرائط شرعی وقف کے وقت مقرر کی ہوں ان کی رعایت شرعاً واجب اور لازم ہے۔ بمنزلہ نص شارع کے فقہا کرام نے ان شرائط کو قرار دیا ہے۔ حتیٰ کہ اگر قاضی نے قضا خلافِ شرائط واقف کے کی تو اس کی قضا بھی شرعاً نافذ نہیں ہے۔ علّامہ ابنِ عابدین شامی نے ردِمختار جلد ثالث بابِ وقف میں ارشاد فرمایا ہے: وذکر البحر ایضاً عقب ذالک عن السبکی ان القضاء ینتقض عند الحنفیة اذا کان حکماً لا دلیل علیه ○ وما خالف شرط الواقف فهو مخالف للنّص وهو حکم لا دلیل علیه سواء کان نصّهٗ فی الوقف نصاً و ظاهراً و هٰذا موافق لقول مشائخنا کغیر هم شرط الواقف کنص الشارع فیجب اتباعهٗ کما صرح بهٖ فی المجمع للمصنّف ○ ص: ۴۹۷ شامی جلد ثالث! نیز وقف میں غیر متولی کا تصرف کرنا تصرفِ غاصبانہ ہے۔ مفتیٰ بہ قول پر اگر موقوف میں کچھ نقصان ہوا تو وہ اس کا ضامن ہے۔ فی الهندیة، جلد ثانی وقف صحیح بعینهٖ ولهٗ قیمٌ فمات القیمُ فاجتمع اهل المسجد وجعلوا رجلاً متولیاً بغیر امر القاضی مقام هٰذا المتولی بعمارة المسجد من

غلات وقف المسجد اختلف المشائخ فی ھٰذا التولیة والاصح لا تصح ویکون نصب القیم الیٰ القاضی ولا یکون ھٰذا المتولی ضامناً لما انفق فی العمارتِ من غلاتِ وقفِ اِن کان ھذا المتولی آجر الوقف و اخذ الغلة وانفق لانہٗ اذا لم تصح التولیة یصیر غاصباً والغاصب اذا آجر الغصب کان الا جر لہٗ کذا فی الفتاویٰ قاضی خان ؛ وانت تعلم ان لمفتیٰ بہ تضمین غاصب الاوقاف کذا فی فتح القدیر ○ عالمگیری، جلد دوم، ص: ۴۰۹ الیٰ ۴۱۰، پس امام مذکور جب نہ واقفین میں سے ہے اور نہ ہی متولی ہیں، تو اس کا تصرف کرنا زمین موقوفہ فی مقبرہ خلافِ حکمِ اللہ عزّ وجلّ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہے اور تصرف غاصبانہ ہے، جس کا ازالہ کرنا شرعاً و قانوناً واجب ہے، جیسا کہ عبارت مذکورہ بالا سے ظاہر وہویدا ہے۔ پس حکومتِ وقت پر بھی واجب ہے کہ جو کنواں زمین موقوفہ فی المقبرہ میں امام مذکور نے خلافِ شرع واقفین اور خلافِ حکم شارع لگوایا ہے، اس کے ازالہ واُکھیڑنے کا حکم صادر فرمادے تاکہ پھر کوئی شخص ایسی ناجائز جرأت نہ کرے اور نہ کوئی وقفِ شرعی میں خیانت کرنے کی جرأت کرے، باقی سوال دوم وسوم کا جواب تو ظاہر ہے کہ یہ دین میں غدر اور دھوکہ ہے۔ غدر اور دھوکہ شرعاً ناجائز وحرام ہے۔ اس سے انسان فاسق فاجر ہوجاتا ہے، جو قابلِ اقتداء کامل وامامت کا نہیں رہتا ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب ! مہر دارالافتاء،

حررہ عبدہٗ محمد عمر مفتی جمیعۃ العلما ضلع اٹک ساکن شمس آباد، ۱۰-۷-۱۹۵۵ء

اس فتوے پر تقریباً راول پنڈی، ہزارہ اور چھچھ کے پچیس علمائے کرام کے دستخط ثبت ہیں، جن میں سے سرِ فہرست حضرت شیخ الحدیث مولانا نصیر الدین غورغشتوی رحمہ اللہ تعالیٰ اور مولانا عبدالحنان رحمہ اللہ تعالیٰ، سابق شیخ

الحدیث دارالعلوم تعلیم القرآن کے نام ہیں۔

یہ فتویٰ جس تحقیق وتدقیق سے مرتب کیا گیا ہے اور اس کے لکھنے میں جس دماغ سوزی اور عرق ریزی سے کام لیا گیا، اس کا اندازہ اہلِ علم کے سوا اور کوئی نہیں کرسکتا۔ میں نے صرف علمائے کرام وفقہائے عظام کی ضیافتِ طبع کے لیے بطور نمونہ از خروارے اس کو یہاں نقل کردیا ہے۔ میں اپنے قاری سے اس سمع خراشی اور درازنفسی کی معافی چاہتا ہوں۔

شب وروز کے معمولات یا نظام الاوقات:

حضرت مفتی رحمہ اللہ تعالیٰ کے شب وروز کے معمولات نہایت متوازن اور نہایت باقاعدگی سے مرتب تھے، جن میں بغیر کسی معقول عذر کے کبھی تخلف یا ناغہ نہیں ہوتا تھا۔ نمازِ فجر کے بعد درسِ قرآن ہوا کرتا تھا، جس میں طلبہ اور اہلِ محلّہ سب شریک ہوا کرتے تھے۔ اس کے بعد ناشتہ تناول فرمایا کرتے تھے، پھر تقریباً نو بجے کے قریب بیرونی طلبائے کرام کو مختلف علوم وفنون کی تعلیم دیا کرتے تھے ۔یہ سلسلہ بارہ ایک بجے تک جاری رہتا تھا۔ دوپہر کو قیلولہ کیا کرتے۔ صلوٰۃِ ظہر کے بعد دو تین اسباق پڑھا کر عصر تک فتاویٰ نویسی کی خدمات انجام دیتے تھے۔ عصر کے بعد مختلف چھوٹے موٹے خانگی امور میں مشغول رہتے تھے اور اکثر اپنی چاہی زمین پر جا کر اس کی نگہداشت کرتے اور کاشت کاروں کو مناسب ہدایات دینے کے بعد واپس آ کر شام کی نماز اپنی مسجد میں ادا کرتے تھے۔ مغرب کے بعد عشا کی نماز تک فتاوؤں کی ترتیب دینے اور کتب بینی میں مصروف رہتے تھے۔ عشا کے بعد گیارہ،

بارہ بجے تک درسی کتب کے مطالعہ میں محو رہتے۔ ولنعم ما قیل ؂

اِنَّ فقیھاً واحداً متورّعاً

اشد علی الشیطان من الف عابدٍ

سحر خیزی یعنی تہجد پڑھنے کی عادت بھی تھی، مگر غیر شعوری طور پر کبھی کبھی اس میں ناغہ بھی ہو جایا کرتا تھا۔

نادرہ: اس سلسلہ میں ایک واقعہ کا ذکر دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ موصوف رحمہ اللہ تعالیٰ کو دینی علوم میں کتنا لگاؤ اور شغف تھا۔ فقہ و فرائض کی راویات [رواۃ] اور جزئیات میں کتنی مہارت اور مزاولت تھی۔ رفاہِ عامہ کے کاموں میں [سے] کتنی محبت اور خلقِ خدا کی بہبود کا آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کے دل میں کتنا بے پناہ جذبہ تھا۔ وہ یہ کہ ایک بار آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس علمِ فرائض کا ایک بہت ہی پیچیدہ مسئلہ آیا، جس کا تعلق ہمارے گاؤں کے ایک حاجی صاحب مرحوم کی میراث سے تھا، جس میں عول یا مناسخہ کا قاعدہ جاری ہوتا تھا۔ ورثہ بھی متعدد تھے اور اکثریت اناث پر مشتمل تھے۔ عام طور پر ممدوح ایسے مشکل مسائل میں احتیاطاً علاقہ کے جیّد علما (مثلاً شیخ الحدیث غورغشتوی رحمہ اللہ تعالیٰ، مولانا دامانوی رحمہ اللہ تعالیٰ، مولانا عبدالحکیم آف حیدر رامد ظلہٗ یا مولانا عبدالحنان آف تاجک مدظلہٗ) سے مشورہ اور تبادلۂ خیالات کرلیا کرتے تھے، مگر ان ایام میں کچھ ایسے عوارض یا موانع پیش آگئے تھے کہ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ علمائے کرام سے تبادلۂ خیال اور مشورہ نہ کرسکے۔ سردیوں کی طویل راتیں تھیں، ایک رات مسئلے کے متعلق سوچتے سوچتے اور میت کے ورثاء کے حصے بخرے بناتے بناتے موصوف رحمہ اللہ تعالیٰ لحاف اوڑھ کر لیٹ گئے

اور سحری کے وقت اُٹھ کر اسی وضو سے آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے تہجد اور صبح کی نماز پڑھ لی۔ جب ہماری والدہ صاحبہ نے آپ کو یاد دہانی کرائی کہ آپ نے صبح کی نماز کے لیے وضو کیوں نہیں کیا تو مُسکرا کر فرمایا کہ آج ساری رات میں فلاں حاجی مرحوم کی پوتیوں اور دیگر وارثوں کے حصص متعین کرتا رہا اور اِسی اُدھیڑ بُن میں پوری رات گذر گئی، ایک لمحہ بھی میں نے نیند نہیں کی، جس کی وجہ سے میرا عشا کا وُضو باقی تھا، لہٰذا اُسی وُضو سے میں نے تہجد اور صبح کی نماز پڑھ لی ہے اور فرمایا کہ سحری کے وقت وہ لاینحل مسئلہ اللہ کے فضل و کرم سے حل ہو گیا۔ اس کے بعد میں [نے] تشکر و امتنان کے نوافل بھی پڑھے اور نماز بھی ادا کی۔ یہ تھی اس فقیہہ النفس انسان کی لیلائے علم و فضل کے ساتھ عشق و محبت کی ایک ادنیٰ مثال، ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشآء! الآیۃ ○ مجھے اجازت دیجئے کہ ایک بار پھر میں جریر کا وہ شعر سپردِ قلم کردوں۔

اولٰئک آبائی فجئنی بمثلھم

اذا جمعتنا یا جریر المجامع

اصلاحی کارنامے:

زمانے کے گذرنے کے ساتھ ساتھ جس طرح زندگی کی قدریں بدلتی رہتی ہیں، اِسی طرح معاصی [و] مآثم کی اقدار بھی۔ تبدیل ہوتی رہتی ہیں۔ آج کل زمانہ کی ترقی کے ساتھ فسق و فجور اور فحاشی و معاصی بھی ارتقائی مدارج طے کر رہے ہیں، بل کہ زمانہ کے تغیر کے ساتھ گناہ و معاصی میں بھی قسم قسم کا تنوع اور تمرد ہوتا رہتا ہے، مگر آج سے پچیس، تیس برس پیشتر ہمارے علاقہ کے دیہاتوں میں منکوحہ عورتوں کے اغوا

کی وارداتوں کی بہت کثرت تھی، بل کہ اس جرم کا ارتکاب ایک طرح فیشن کی شکل اختیار کر چکا تھا، چناں چہ درجنوں واقعات ایسے جرائم کے پیش آئے، مگر ہر ہر موقع پر مغویوں کے خلاف حضرت مفتی رحمہ اللہ تعالیٰ نہایت استقلال و پامردی کے ساتھ صف آرا ہو جاتے تھے۔ ہمارے گاؤں میں ہماری چند پشتوں سے یہ دستور چلا آرہا ہے کہ پورے قصبہ کے جس محلّہ میں موت واقع ہو جاتی تو نمازِ جنازہ ہمارے خانوادہ کے علما ہی پڑھایا کرتے ہیں۔ اِسی قاعدہ اور دستور کے موافق پورے گاؤں کے جنازے حضرت مفتی رحمہ اللہ تعالیٰ پڑھایا کرتے تھے، اگر کسی محلّہ میں اغوا کا حادثہ پیش آجاتا اور جب اُسی محلّہ میں کوئی جنازہ بھی پیش آجاتا تو حضرت مفتی رحمہ اللہ تعالیٰ اہلِ محلّہ کو کہلا بھیجتے کہ اگر کوئی مغوی جنازہ میں شامل ہوا تو پھر میں جنازہ نہیں پڑھاؤں گا۔ چناں چہ اہلِ محلّہ مغوی کے ساتھ مکمل بائیکاٹ کر دیتے تھے، بل کہ موصوف رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحریک سے پورے گاؤں کے لوگ مغوی کے خلاف متحد ہو کر سوشل بائیکاٹ کر کے مغوی کا ناطقہ بند کر دیتے تھے، حتیٰ کہ پورے گاؤں کے لوگ مغویوں سے علیک سلیک، لین دین اور نشست و برخاست بند کر دیتے تھے، بل کہ موت و مرگ، غمی، شادی کا بھی مقاطعہ کر دیتے تھے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ چند ہفتوں کے اندر نہیں، بل کہ چند دنوں میں مغوی تائب ہو کر ٹھیک ٹھاک ہو جاتے تھے۔ اس قسم کے بیسیوں واقعات ہماری آنکھوں نے دیکھے ہیں اور اب تک ان واقعات کے درجنوں عینی شاہد موجود ہیں۔

بعض واقعات ایسے بھی پیش آئے کہ بعض مغویوں نے حضرت مفتی رحمہ اللہ تعالیٰ پر انگریزوں کی کچہریوں میں مقدمات بھی دائر کر دیئے تھے، مگر آپ رحمہ اللہ تعالیٰ ان کی ان ابلہ فریبیوں، دھمکیوں سے گھبرانے والے نہیں تھے، بل کہ

موصوف رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی سینہ سپر ہو کر دیوانی اور فوجداری ہر قسم کے مقدمات لڑے، حتیٰ کہ ہائیکورٹ تک نوبت پہنچی۔ اِن مقدمات کے دوران پیشگی] پیشی] کے دن تمام کچھوچھہ کے علماء، حضرت مفتی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تائید و حمایت میں کچہری میں حاضر ہوا کرتے تھے، حتیٰ کہ حضرت شیخ الحدیث غورغشتوی رحمہ اللہ تعالیٰ بھی باوجود ضعف و پیرانہ سالی کے ہر تاریخ پر حاضر ہوا کرتے تھے، یہاں تک کہ اِس جمِ غفیر کو دیکھ کر اکثر مجسٹریٹ گھبرا کر نہایت حیرت و استعجاب سے پوچھتے تھے معلوم اِس مقدمہ کی پیشگی کے دن اتنا ہجوم کیوں ہوتا ہے؟ بہرکیف خلاصہ یہ کہ ڈسٹرکٹ عدالت میں بھی مغوی مقدمہ ہار گئے اور ہائیکورٹ میں بھی مغوی نے نہایت ذلت آمیز ہزیمت اُٹھائی۔ بہرحال حضرت مفتی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کے فساق و فجار کا نہایت جرأت سے مردانہ وار مقابلہ کیا اور کسی قسم کے جبر اور بزدلی کا ثبوت نہیں دیا۔ بقول ے

آئینِ جواں مرداں حق گوئی و بیباکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کے اصلاحی کارناموں کی داستان بہت ہی طویل ہے۔ بخوفِ طوالت اکثر واقعات کو ہم نظر انداز کرتے ہیں کہ ع

سفینہ چاہیے اس بحرِ بے کراں کے لیے

صوفیانہ اور سیاسی مسلک:

اگر دین اور سیاست ایک ہیں تو اِس حقیقت کے پیشِ نظر ہم یہ کہنے میں بالکل حق بجانب ہوں گے کہ حضرت مفتی رحمہ اللہ تعالیٰ نے سیاست میں حصہ لیا

ہے اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ سیاست دان تھے، لیکن اگر سیاست اور دین دو متضاد چیزیں ہیں، جیسا کہ عصرِ حاضر کی ابلیسی سیاست بفحوائے ع جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی! تو ایسی سیاست سے یقینی طور پر آپ نابلد اور بے بہرہ تھے۔ چناں چہ حضرت مفتی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اسی نظریہ کے مدِّنظر (کہ دین وسیاست جدا نہیں) ۱۹۵۳ء میں تحریک ختمِ نبوت میں نہایت شوق و ذوق، جرأت و پامردی کے ساتھ شمولیت کی۔ حتیٰ کہ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے سول نافرمانی یا ایجی ٹیشن کے موقع پر برضا ورغبت اپنے آپ کو گرفتاری کے لیے پیش کر دیا تھا۔ جب تک گرفتار نہیں ہوئے تھے، اُس وقت تک آپ رحمہ اللہ تعالیٰ چوبیس گھنٹے گرفتار کرنے والی پولیس پارٹی کا شدید بے چینی سے انتظار کرتے رہے، یہاں تک [کہ] اگر کبھی کہیں گاؤں سے باہر سفر پر جاتے تو گھر والوں کو پورا پتہ دے کر جاتے اور باقاعدہ ہدایت کر جاتے تھے کہ اگر میرے بعد پولیس آئے تو ان کو اس پتہ پر بھیج دینا، چناں چہ ایک دن جب کہ موصوف رحمہ اللہ تعالیٰ موضع مرزا کو گئے ہوئے تھے [تو] آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کی گرفتاری کا آرڈر (وارنٹ وغیرہ) آ گیا، گھر والوں نے پولیس گارڈ کے آفیسر کو آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کا پتہ دے دیا۔ پولیس وہ پتہ لے کر موضع مرزا پروفیسر مسعود صاحب کے گھر پہنچ گئی، چناں چہ پروفیسر صاحب پولیس کی گاڑی کو دیکھ کر کچھ بوکھلا سے گئے اور پولیس والوں کو غیر شعوری طور پر کہہ دیا کہ مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ یہاں نہیں ہیں، مگر مکان کے اندر سے جب مفتی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مسعود صاحب کو پولیس سے یہ کہتے ہوئے سُنا تو اندر سے آواز دے کر پروفیسر صاحب سے کہہ دیا کہ پولیس سے غلط بیانی مت کرو میں یہاں پر ہی موجود ہوں اور میں تیار ہو کر آتا ہوں۔ پولیس سے کہہ دیجیے کہ صرف

دس منٹ تک انتظار کریں، میں تیار ہو کے آرہا ہوں، چناں چہ دس منٹ کے اندر اندر موصوف رحمہ اللہ تعالیٰ کپڑے تبدیل کر کے اور گھر والوں کے لیے ضروری ہدایات دے کر خوشی خوشی پولیس کے پاس آکر اپنے آپ کو گرفتاری کے لیے پیش کر دیا اور ساتھ ہی پولیس سے کہہ دیا کہ میں تو دو تین ہفتوں سے آپ کی آمد کا منتظر تھا، اچھا ہوا کہ آپ آ گئے اور میری بے چینی اور انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں، چناں چہ پولیس نے موصوف رحمہ اللہ تعالیٰ کو اپنی گاڑی میں بٹھا کر کیمبل پور [موجودہ اٹک] کے جیل خانہ میں داخل کر دیا۔ وہاں پہلے سے علاقہ کے بہت سے علما پہنچ چکے تھے، جن میں سے شیخ الحدیث غورغشتوی رحمہ اللہ تعالیٰ، مولانا عبدالحنان رحمہ اللہ تعالیٰ آف تا جک اور مولانا حبیب الرحمٰن ناظم رحمہ اللہ تعالیٰ آف ویسہ وغیرہم کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ مفتی رحمہ اللہ تعالیٰ کے پہنچ جانے سے جیل خانہ کی علمی مجالس میں جان پڑ گئی اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کی درخواست پر ضروری کتب گھر سے جیل خانہ پہنچا دینے کی ہمیں اجازت مِل گئی۔ اس طرح کیمبل پور کا جیل خانہ چند ماہ کے لیے دارالعلم بن گیا تھا۔ اس کے بعد جب حکومت نے محسوس کیا کہ یہاں تو سب ہم پیالہ و ہم نوالہ علما جمع ہو چکے ہیں تو دو تین ماہ کے بعد ان میں [سے] بعض کو ملتان جیل اور بعض کو منٹگمری (ساہی وال) جیل میں منتقل کر دیا گیا۔ تقریباً مفتی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ملتان جیل میں سات آٹھ مہینے گذارے۔ دس گیارہ ماہ کی قید کے بعد سب علما کے ساتھ رہا ہو کر وطن واپس آ گئے۔

حضرت مفتی رحمہ اللہ تعالیٰ عام طور پہ فرمایا کرتے تھے کہ زندگی میں میرے یہ تین سفر نہایت پُرتکلف رہے ہیں۔ پہلا سفرِ حرمین الشریفین، دوسرا تحفظ تاج و تحت ختمِ نبوت کے لیے زمانۂ اسارت کا سفر [اور] تیسرا سفرِ کراچی، جو غالباً ۵۶ء میں پیش آیا تھا، جس

کا باعث کراچی میں شمس آباد کے لوگوں کی ایک رجسٹرڈ انجمن تھی، جس کے ممبروں میں کچھ اختلافات رُونما ہو چکا تھا، جن میں تصفیہ اور مصالحت کرانے کے لیے انجمن کی دعوت پر مرحوم کراچی گئے تھے۔ کراچی میں مقیم اہلِ شمس آباد نے موصوف رحمہ اللہ تعالیٰ کا نہایت گرم جوشی سے فقید المثال استقبال کیا تھا۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاءO سچ ہے اس استقبال کا بہت سے معاصر علما و امرا کو صدمہ رہا ع

یہ مرتبہ بلند مِلا جس کو مِل گیا

بیعت:

حضرت مفتی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے آغازِ شباب اور عنفوانِ جوانی میں ہی کسی مردِ حق آگاہ کی تلاش و جستجو میں تھے، مگر اس تلاش میں بھی آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نہایت محتاط تھے۔ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک پیر طریقت کے لیے بطور معیار مندرجہ ذیل تین شرائط تھیں، ۱: علم و فضل، ۲: زہد و تقویٰ یعنی شریعتِ غراء کی پابندی، ۳: اسلامی عقائد میں پختگی اور علمائے دیو بند سے وابستگی! جب موصوف رحمہ اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ بات آئی کہ پیر مہر علی [شاہ] رحمہ اللہ تعالیٰ آف گولڑہ، مولانا احمد علی محدّث سہارن پوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے تلمیذ فی الحدیث ہیں، چناں چہ اس مؤخر الذکر شرط کی تصدیق کے بعد آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے پیر مہر علی شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی۔ ان کی وفات کے بعد چوں کہ ان کے جانشین میں وہ بات نہیں تھی بل کہ پیر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے گدی نشین مزامیر کے ساتھ قوالی بھی سنا کرتے تھے۔ اس لیے مفتی رحمہ اللہ تعالیٰ نے وہاں سے ترکِ تعلق کر لیا۔ اس کے بعد پہلے سے بھی زیادہ موصوف رحمہ اللہ تعالیٰ علمائے دیو بند کی عقیدت اور محبت میں محو ہو گئے، چناں چہ حضرت تھانوی حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ، علامہ انور شاہ

رحمہ اللہ تعالیٰ اور شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کی عقیدت میں سرشار رہے، اگر ظاہری اور رسمی طور پر ہاتھ میں ہاتھ دینے کی بجائے، بیعت یا مریدی نام ہے فرطِ عقیدت اور بے پناہ محبت کا تو پھر میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ موصوف رحمہ اللہ تعالیٰ علمائے دیوبند کے حلقۂ ارادت میں سب سے پیش پیش تھے۔ بعض ریاکار، گندم نما جو فروش مریدوں کی طرح موصوف رحمہ اللہ تعالیٰ پیر فروش نہیں تھے، جیسا کہ پہلے بھی ہم کہیں موصوف رحمہ اللہ تعالیٰ کی علمائے دیوبند کے ساتھ والہانہ شیفتگی کی طرف اشارہ کر چکے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ علمائے حق او دیوبند کے ساتھ عقیدت اگر بُری بات ہے تو پھر منکین کو اور ہیں کہ حضرت مفتی رحمہ اللہ تعالیٰ دیوبندی تھے، علمائے دیوبند کے معتقد تھے۔ بقول ے

ان کان رفضًا حب آلِ محمدٍ

فلیشہد الثقلان انی رافض

(الامام الشافعی)

حلیہ وسراپا:

قد میانہ، جسم دوہرا، رنگ گندمی، چہرہ کتابی، آنکھیں مخمور سفیدی میں سرخ ڈورے، آواز کرجدار و شیخ، قرآن خوانی نہایت شیریں و پُرسوز آواز سے کرتے تھے، بلکہ موصوف رحمہ اللہ تعالیٰ حسن صوت کی صفت سے بدرجۂ اتم موصوف تھے۔ مثنوی وغیرہ کے اشعار بہت ہی مترنم آواز سے پڑھا کرتے تھے۔ یہ حسن صوت کی صفت آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کی خاندانی صفت ہے۔

دین کے معاملات میں کسی کی رعایت نہیں کرتے تھے، بلکہ لایخافون فی اللہ لومۃ لائم ۝ کے مظہرِ اتم تھے۔ مداہنت فی الدین آپ رحمہ اللہ

تعالیٰ کے نزدیک ناقابلِ معافی جُرم تھا۔

اولادواخفاد:

حضرت مفتی رحمہ اللہ تعالیٰ کے تین فرزند ہیں[تھے]:۱) محمد عثمان ہے فارغ التحصیل دیوبند ہیں ۔۲) منجھلے (اوسط) کا نام حافظ حبیب الرحمٰن ہے، جو دارالعلوم حقانیہ [اکوڑہ خٹک] کے فارغ التحصیل ہیں ۔۳) چھوٹے فرزند کا نام محمد نعمان ہے، جو منشی فاضل، ایف اے ہے۔ مفتی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہر سہ فرزند صاحبِ اولاد اور برسرِ روزگار ہیں۔ پانچ لڑکیاں ہیں۔ پانچوں شادی شُدہ اور صاحبِ اولاد ہیں اور اپنے اپنے گھروں میں آباد اور خوش وخرم ہیں۔

وفات:

حضرت مفتی رحمہ اللہ تعالیٰ تقریباً تیس سال سے معدہ کے درد میں مبتلا تھے۔ یہ درد ہفتہ عشرہ کے بعد دورہ کی شکل میں عام طور پر آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کو ہوا کرتا تھا۔ یہ مرض آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کی زندگی کا مستقل روگ تھا، چناں چہ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کا انتقال بھی اِسی موذی مرض کی وجہ سے ہوا۔ یومِ جمعہ ماہِ اپریل ۱۹۵۷ء مطابق ۲۷/رمضان المبارک۔۔۔۱۳ھ کو بوقتِ عشا آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے رحلت فرمائی۔ آپ کی نمازِ جنازہ شیخ الحدیث مولانا نصیر الدین [غورغشتوی] رحمہ اللہ تعالیٰ نے پڑھائی تھی، اور مولانا غلام اللّٰہ خان صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے تدفین کے بعد مجمعِ علما سے خطاب فرمایا تھا۔ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کی رحلت کے بعد ملک اور بیرونِ ملک سے بے شمار تعزیت نامے موصول ہوئے۔ بخوفِ طوالت ان میں سے ایک مختصر مگر جامع تعزیت نامہ بطور تبرک ہدیۂ ناظرین ہے۔ وہ خط استاذی المکرّم حضرت

مولانا مفتی محمد حسن رحمہ اللہ تعالیٰ، بانی جامعہ اشرفیہ لاہور کا ہے:

''السلام علیکم ورحمۃ اللہ! مولانا مرحوم کا انتقال باعثِ صدمہ عظیم ہے۔ حق تعالیٰ پس ماندگان کو صبرِ جمیل اور مولانا صاحب مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرماوے۔ سبحان اللہ ستائیسویں رمضان، یہ جمعہ، پھر کیسا مبارک زمانہ عطا ہوا۔

احقر محمد حسن خادم جامعہ اشرفیہ''

حضرت مفتی رحمہ اللہ تعالیٰ کی حمیتِ دینی، حق گوئی و پرہیز گاری، اخلاق وعادات اور سیرت کا اجمالی جائزہ:

موصوف رحمہ اللہ تعالیٰ حق گوئی وبے باکی میں افضل الجہاد کلمۃ حق عند سلطان جائر (فرمانِ نبوی ﷺ) کا عملی نمونہ اور اشدھم فی امر اللہ عمر O کا مظہرِ اتم تھے۔ شمس آباد میں ایک شخص بہت ہی جابر، سنگدل اور منہ زور تھا۔ اس نے اپنے چھوٹے بھائی کی زمین غصب کی ہوئی تھی، بل کہ اس کے پورے حصہ پر غاصبانہ وجابرانہ قبضہ جمائے ہوئے تھا، اور باپ کی وراثت سے اس کو یک قلم محروم الارث کر دیا تھا، چناں چہ اس چھوٹے بھائی نے حضرت مفتی رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس آکر اپنی کمزوری اور بے بسی کا تمام ماجرا عرض کر دیا، حتیٰ کہ موصوف رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کے بڑے بھائی کو بُلوا کر فہمائش کی، مگر بے سود! وہ اپنی رعونت اور خود پسندی کی وجہ سے بھائی کو حصہ دینے سے بالکل منکر تھا، چناں چہ موصوف رحمہ اللہ تعالیٰ نے عمائدینِ بستی کو اس واقعہ سے خبر دار کرنے کے بعد اس کے خلاف مکمل مقاطعہ (سوشل بائیکاٹ) کا اعلان کر دیا۔ یہ بائیکاٹ اتنی منظم تھی کہ ہفتہ عشرہ کے اندر اندر وہ غاصب تائب ہو کر آیا اور مفتی رحمہ اللہ تعالیٰ کے رُوبرو مجمع میں اپنے بھائی کو اس کا پورا حصہ دینے کا اعلان کر دیا۔ اس مظلوم بھائی کا نام نور محمد تھا۔

اسی طرح دوسرا ایک بے انصاف اور ستم گر شخص تھا، جس نے اپنے

جائز اور حلال بھتیجے (ابن الاخ) کو افسرِ مال کی عدالت سے نہایت عیاری سے حرامی (ولدالحرام) ہونے کا پروانہ حاصل کر کے اس کو اپنے باپ کی وراثت سے محروم کر دیا تھا، چناں چہ حضرت مفتی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی جرأتِ ایمانی سے برٹش ایمپائر کے عہدِ عروج میں مال افسر کے فیصلے کو باطل اور کالعدم قرار دے کر پہلے اس شقی القلب چچا کو بہت ہی نرمی سے سمجھایا، جب اس نے انکار کر دیا، تو اس کے خلاف بھی عدمِ تعاون اور ترکِ موالات کا اعلان کر دیا، چناں چہ وہ بھی چند دِنوں میں راہِ راست پر آ گیا اور اپنے برادرزادہ کو طوعاً و کرعاً حصہ دینا منظور کر لیا۔ اس چچا کا نام ''کالو بابا'' تھا ع

هذا لعمری فی الزمان بدیع O

سچ ہے: من کان للّٰہِ کانَ اللّٰہُ لہٗ ۔

آئینِ جواں مرداں حق گوئی و بے باکی

اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

صحیح مومن کی شان یہ ہوتی ہے کہ کسی قسم کی دوستی و دشمنی اس کو بے انصافی پر آمادہ نہیں کر سکتی۔ لا یجرمنکم شنآن قوم علیٰ ان لّا تعدلوا ، الآیۃ O علاقہ چھچھ کے گاؤں دامان کے ایک امام صاحب، مفتی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بے تکلف دوست ہیں، جو باچہ صاحب کے نام سے معروف ہیں، ان کا اپنے ایک مقتدی کے ساتھ کسی تجارتی کاروبار میں اشتراک تھا۔ کسی تجارتی بات پر دونوں کے درمیان تنازع پیدا ہو گیا، چناں چہ ہر دو فریقین نے حضرت مفتی رحمہ اللہ تعالیٰ کو حکم اور ثالث تسلیم کر لیا۔ باچہ صاحب غالباً مدعی تھے، ان کا مقتدی، مدعیٰ علیہ تھا، مگر باچہ صاحب مطمئن تھے کہ مفتی رحمہ اللہ تعالیٰ سے میرے مخلصانہ مراسم ہیں۔ بہرکیف جب دونوں متخاصمین اپنا مرافعہ لے کر موصوف رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں پیش ہوئے، تو آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے دونوں کا بیان سننے سے پہلے صاف کہہ دیا کہ: تم میں سے جو بھی مقدمہ ہار گیا وہ نہ تو مجھے

بدنام کرے گا اور نہ ہی فیصلہ کے تسلیم کرنے سے لیت ولعل کرے گا، چناں چہ متخاصمین نے سرِ تسلیم خم کردیا مقدمہ کی پوری کاروائی سننے کے بعد حضرت مفتی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فیصلہ باچہ صاحب کے خلاف صادر فرمادیا، جس کو سن کر سب [حاضرینِ محفل] کی حیرت واستعجاب کی کوئی انتہا نہ رہی۔ مزید لطف کی بات یہ تھی [کہ] آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے باچہ صاحب پر تاوان بھی رکھ دیا تھا، مگر اللہ تعالیٰ باچہ صاحب کو خوش رکھے، وہ مفتی رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس بے لاگ انصاف پسندی سے بہت خوش تھے، بل کہ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس دیانت پر اَب بھی فخر کیا کرتے ہیں۔ چوں کہ باچہ صاحب بقیدِ حیات [اس وقت حیات تھے۔] اور وہ اب بھی فخریہ طور پر اس واقعہ کو مزے لے لے کر بیان کرتے ہیں اور اس واقعہ کو ممدوح کے محامد ومحاسن میں شمار کرتے ہیں۔ سچ ہے کہ: لَا یَخَافُونَ فِی اللّٰہِ لَوْمَةَ لَائِمٍ O ایسے ہی مومنینِ کاملین کی شان ہے۔ صرف یہ چند واقعات مشتے نمونہ از خروارے بیان کردیئے ہیں۔ بخوفِ طوالت اس قسم کی جزئیات کی تفاصیل کو نظر انداز کردیا گیا ہے۔ ورنہ تو

ع سفینہ چاہیئے اس بحرِ بے کراں کے لیے

رحمة اللہ علیہ رحمة واسعةً کاملةً O



مکاتیب

بنام

مفتی محمد عثمانؒ

برادر عزیز السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

آپ کا خط مورخہ ۳ اکتوبر ہمیں ۱۲ اکتوبر کو ملا، بحمد اللہ
میں خیریت سے ہوں، دیوبند میں الحمد للہ تادم تحریر
امن ہے اور مدرسہ کا کام جاری ہے، آپ نے سید
محمد محتشم صاحب اور ان کے برادر عزیز کی شہادت پر اظہار
ہمدردی فرمایا، اس کے لئے میں شکریہ ادا کرتا ہوں۔
جنگ بند ہو جانے کے بعد آپ اپنی تنخواہ بھیجئے، پنجاب
سے ڈاک کا سلسلہ مسدود ہے، نہ آرڈر وغیرہ ادھر
سے یہاں نہیں آتے، جب ڈاک کا سلسلہ درست ہو جائے
تو یہ رقم اپنی ماں کو روانہ کر دیں۔
دعا کیجئے کہ حق تعالیٰ مسلمانوں کی حفاظت فرمائے
امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے اور دعا سے غیر
فراموش نہیں کریں گے۔ والسلام

مہتمم دارالعلوم دیوبند
۲۹ - ۱۲ - ۶۵ء

مولانا قاری محمد طیبؒ

از دفتر دار العلوم دیوبند ضلع سہارن پور

محترم المقام زید مجدکم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ جمشید پور ٹاٹا نگر
سے ایک معزز تحریک آئی ہے اسی ۸۰ روپے تنخواہ
اور قیام کیلئے جگہ کی پیشکش کی ہے۔ درس و تدریس
کا کام اور غالباً متوسط کتابوں کی تعلیم مطلوب ہوگی۔
دفتر اہتمام سے اس جگہ کیلئے آپکا نام تجویز کیا گیا
اور ان کو اس کی اطلاع دے دی گئی ہے۔
آپ اگر اسجگہ جانا پسند کریں تو براہ راست
ایسے حضرات سے خط و کتابت کر کے جا سکتے ہیں۔ اگر وہاں جانا
طے ہو تو دفتر اہتمام کو اسکی اطلاع کر دی جائے
امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے
والسلام

محمد طیب

مہتمم دار العلوم دیوبند

۱۲ ۶۶ء

مولانا قاری محمد طیبؒ

از دفتر دار الاہتمام دار العلوم دیوبند ضلع سہارن پور

مخدومی و امد عنایتکم بعد سلام مسنون گذارش ہے کہ حضرت مہتمم صاحب مدظلہ نے نام آپکا خط بھیجا، آں مخدوم سفر میں تشریف لیگئے ہیں اسلئے اسکا جواب میں عرض کر رہا ہوں [illegible] دفتر اہتمام سے آج ہی جمشید پور لکھا گیا [illegible] آپکو معاوضہ سفر بھیجنے کا لکھدیا گیا ہے [illegible] معاوضہ سفر کا تعلق اصولاً انہی لوگوں سے ہے اگر وہ آپکو بلائیں گے تو اپنی طرف سے آپکو معاوضہ سفر دینگے [illegible] ہیں دفتر اہتمام سے انہیں لکھا گیا ہے۔ جمشید پور سے اگر آپکو کرایہ بھیجا جائے اور وہ مل جائیں تو وہاں تشریف لیجائیے۔ امید ہے کہ آپ بخیریت ہونگے

والسلام

محمد اعزاز علی غفرلہ

نائب مہتمم دار العلوم دیوبند

[illegible]

مولانا اعزاز علیؒ

دفتر ماہنامہ دارالعلوم دیوبند

(خط و کتابت میں نمبر حوالہ ضرور دیجئے)

مکرمی السلام مسنون گرامی نامہ کئی دن ہوئے ملا مگر کچھ ایسے حالات رہے
کہ ادھر دفتر میں بیٹھ کر کام کرنا ہمارے لئے ممکن نہ تھا
اسلئے جواب میں تاخیر ہوئی۔ کئی ماہ سے پاکستانی اخبارات
و رسائل یہاں آنا ممکن نہیں رہا اسلئے گذشتہ کئی ماہ
سے پاکستان کے اخبارات و رسائل پر نظر نہیں۔ اس سے پہلے
تعلیم القرآن دارالعلوم [illegible] آپکے مضامین کبھی کبھی
نظر سے گذرتے رہتے ہیں
[illegible] ایک مضمون [illegible]
ان کا مفصل تذکرہ آپ "تذکرۃ الاعزاز" [illegible]
[illegible] مگر اس وقت کوئی [illegible]
امید ہے کہ آپ بخیر ہوں گے ہم سب لوگوں
اور دارالعلوم کی حفاظت کیلئے دعا فرمایئے

To محترم مولانا ابوالقاسم عثمان [illegible] شمس آباد
ضلع اٹک براستہ حضرو
(مغربی پاکستان)
Moulana Abul Qasim Usmani
Shamsabad
Distt ATTACK
via Hazro
(W-PAK)

مولانا محمد سید ازہر شاہ قیصرؒ

۷۸۶

مخدوم المقام زید لطفکم - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

نقشہ شمائل مقدسہ دارالعلوم دیوبند جو آپ نے روانہ فرمایا تھا

بحمد اللہ دفتر میں موصول ہو گیا۔ میرا گمان ہے کہ ان مطبوعہ تصانیف کے

دو دو نسخے دارالعلوم میں روانہ فرمادیں تاکہ کتب خانۂ دارالعلوم میں

ایک کمرہ تصانیف فضلاء دارالعلوم دیوبند کے نام سے مخصوص کر کے

اس میں تصانیف کی الماریاں رکھدی جاتی ہیں۔ تاکہ اس سے میرا اور آپ کا خیال

ضرور ہو جس میں آپ کی تعلیم ہوئی ہے تاکہ ان تصانیف فضلاء کے

دارالعلوم دیوبند کے سلسلہ کی ہیں۔ امید ہے کہ آپ اس باب

میں توجہ مبذول فرمائیں گے — والسلام

عزیز احمد قاسمی

دفتر طلبہ قدیم نمبر ۱۰ - دارالعلوم دیوبند

مولانا عزیز احمد قاسمیؒ

دیوبند — ۱۱ مارچ ۱۹۸۵ء

مکرمی — السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

شاہ صاحب کے نام آپ کا مکتوب گرامی موصول ہوا — [illegible]
رخصت پر ہیں اس لئے [illegible] جواب [illegible]
دارالعلوم سے آپ نے جس تعلق کا اظہار فرمایا ہے اس پر آپ کو [illegible]
[illegible]! دنیا کا کوئی بڑا کام اجتماعی تعاون کے بغیر ممکن
نہیں ہوتا [illegible] کسی مرکز کا ہونا [illegible]
اس لئے [illegible] دارالعلوم [illegible] مرکز سے وابستہ رہنا [illegible]
[illegible] ہے۔

① [illegible] کتاب [illegible] کا خلاصہ ایک زبردست [illegible] تحسین کا باعث ہے،
یہ کتاب عربی ادب کی بڑی [illegible] ہے۔ اگر یہ اردو میں آگئی
تو اردو لٹریچر میں ایک گراں قدر اضافہ ہوگا۔ ضرور آپ اس کی
تکمیل کر سکیں۔

رسالہ دارالعلوم کی اشاعت کے بارے میں [illegible] قائم کی
جا سکتی ہے۔ آپ اس کا [illegible] رسالہ [illegible] ایک دو
[illegible] اندازہ کرنا مشکل ہے۔

② درسیات کے [illegible] طلبہ [illegible] کے سبب [illegible]
[illegible] اردو شروح و حواشی [illegible]
[illegible] اردو [illegible] شروح شائع [illegible] ہیں۔

③ [illegible] دارالعلوم کے لئے ایک سال کا چندہ مبلغ پانچ روپے [illegible]

[illegible] — [illegible]

[illegible] حضرت [illegible] السلام [illegible]
[illegible] دیں۔
[illegible] آپ [illegible] ہوں — والسلام

سید محبوب رضوی
دفتر اہتمام دارالعلوم دیوبند

سید محبوب رضویؒ (مصنف تاریخ دارالعلوم دیوبند)

[illegible]

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

والدہ مرحومہ کا انتقال باعث

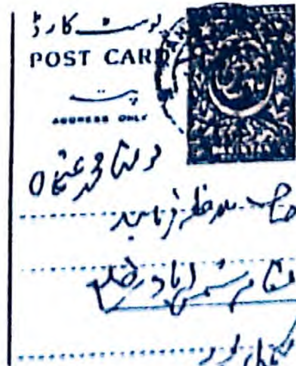
صدمہ عظیم ہے حق تعالیٰ

پسماندگان کو صبر جمیل

اور مرحومہ کو جنت الفردوس میں

جگہ عطا فرمائیں سبحانہ

[illegible]



پوسٹ کارڈ
POST CARD
پتہ
ADDRESS ONLY

مولانا مفتی محمد حسنؒ

بانی جامعہ اشرفیہ لاہور

مکرم و محترم جناب مولانا محمد عثمان صاحب زاد مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آپ کا مرسلہ گرامی
نامہ پہنچا حضرت والد صاحب مرحوم کے انتقال پر ملال
بے حد صدمہ ہوا بجز صبر و تسلیم کے چارہ نہیں اللہ تعالیٰ آپ کو
اور دیگر پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے
اور حضرت والد صاحب کی مغفرت فرمائے کر جنت الفردوس
میں داخل فرمادے اور جوار رحمت میں جگہ دے

فقط والسلام ۲۹ رمضان [illegible]

نیاز مند عبدالرحمن عفی عنہ از بہبودی

شیخ الحدیث مولانا عبدالرحمن کامل پوریؒ (بہبودی)

شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ

حضرت قبلہ وکعبہ مفتی صاحب دام مجدکم ودام ظلکم

از عبدالشکور کان اللہ لہ عوضاً من کل شیء

تسلیم مسنون کے بعد عرض یہ ہے کہ کل ایک خط
ملفوف ارسال کرچکا ہوں مگر اصل مقصود بالذات اور اہم
چیز ہی بھول گیا وہ تہنیت نامہ برخوردار تھا لہذا
تلافی مافات کیلئے ارسال خدمت ہے میرے خیال میں تہنیت
بالمنثور سے تہنیت بالمنظوم زیادہ مناسب رہیگی وھو ھذا

ھُنِّئْتَ بالولدِ السعیدِ فقد اتیٰ
وَفْقَ المُرادِ کما اتیتَ وَفْقَ مُرادِہ
فاللہُ یُبقیہِ ویُبقیکَ لہ
حتی تریٰ الاولادَ من اولادِہ

پہلے خط میں جو استدعا کی گئی تھی امید ہے کہ جناب [illegible] تشریف
لاکر اس سے شرف قبولیت بخشیں گے [illegible] مولانا [illegible]
[illegible] حافظ [illegible]
[illegible]

پوسٹ کارڈ
POST CAR[D]
REPLY
ADDRESS ONLY
[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

POST CARD

مولانا محمد اللہ جان دیوبندی (پشاور)

بخدمت جناب محترم شیخ مولوی [illegible] صاحب سلمہ

السلام علیکم بعد از السلام عرض دا دے چہ ستاسو

کارڈ ما ته راورسید احوال معلوم شو

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

পোস্ট কার্ড

پوسٹ کارڈ

[illegible]

مولانا حاجی حمد اللہ مدظلہ

اکوڑہ خٹک

۷۸۶

7-5-73 [illegible] الثانی

برادر محترم جناب [illegible] صاحب زید مجدہم

تسلیم مسنون! مزاج گرامی بخیر!

والا نامہ سے حضرت قبلہ مفتی محمود صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ مرقدہ کی وفات حسرت آیات کا علم ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ موت العالِم موت العالَم۔ حضرت مفتی صاحب کی ذات برکات عامۃ المسلمین کے لئے اللہ تعالیٰ کی نعمت و رحمت تھی۔ مگر رضا بالقضا چارہ کار نہیں۔ بندہ [illegible] کی طرف سے آپ و دیگر لواحقین کی خدمت میں دلی ہمدردی اور فاتحہ تعزیت عرض ہے اور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم مغفور کو جنت الفردوس نصیب فرماوے اور اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرماوے اور مرحوم و مغفور کے برکات و فیوضات آپ کو رحمت فرماوے۔ آمین ثم آمین۔

والسلام مع الاکرام [illegible]

محمد فضل من اللہ عفی عنہ

مولانا محمد فضل من اللہ (اکوڑہ خٹک)

[illegible]

مولانا محمد عبداللہ شہیدؒ (اسلام آباد)

پشتو نظم کی علمی ادبی اور مذہبی کتب کے ملنے کا پتہ

فضل الرحیم تاجر کتب

اکوڑہ خٹک (پشاور) مورخہ 18/7/57

مکرمی

جناب مکرم و محترم السلام علیکم [illegible]

عرض یہ ہے کہ [illegible] نامہ گرامی روز [illegible] ملا تھا

مگر فرصت جواب کی نہ ہوئی [illegible] الافغانی

آپ چھپوا دیں [illegible] ہم ادھر سے وصول کر لیں گے

میں ان شاء اللہ العزیز آپ کو [illegible] چھپوانے

کی کوشش کر رہا تھا مگر ابھی تک کراچی بھی

سے جواب نہیں آیا [illegible] میں نہ چھپا

تو میں لاہور [illegible] ہندوستان سے کسی مطبع کو دیدوں گا

یا [illegible] چھپوانے کی کوشش

کر رہا ہوں آپ بھی [illegible] ہمیں اور رسالہ کو [illegible]

کی کوشش کرتے رہیں

فقط والسلام مخلص فضل الرحیم عفی عنہ

پتہ: فضل الرحیم [illegible]

[illegible signature]

18-7-57

مولوی فضل الرحیمؒ (اکوڑہ خٹک)

12.6.1961

برادرم محمد عثمان صاحب

السلام علیکم ۔ [illegible] میں نے اپنی
والدہ کو اس ماہ کی دو تاریخ کو [illegible]
بذریعہ منی آرڈر [illegible] روپے بھیجے تھے لیکن ابھی تک
ان کو نہیں ملے ۔ میں نے [illegible] بھی
دریافت کیا لیکن وہاں بھی نہیں ملا ۔ ان کے
خط [illegible] کچھ ملتے ہیں لیکن میرے
[illegible] نہیں ملتے [illegible]
[illegible] پیغام [illegible]
[illegible]
[illegible] لفافہ [illegible]
[illegible]
[illegible]

پوسٹ کارڈ

پوسٹ کارڈ

ٹھکانا

پتہ

بخدمت اقدس مولانا محمد عثمان ہاشمی صاحب
دیوبند فاضل ۔ [illegible]
گورنمنٹ ہائی سکول حضرو
ضلع [illegible] تحصیل کیمبل پور
District Campbellpur

13 JUN 62 CAMPBELLPUR

پوسٹ کارڈ

POST CARD

ADDRESS ONLY

مولانا مفتی محمد عمرؒ بنام مولانا مفتی محمد عثمانؒ

برخوردار مولوی محمد عثمان سلمک اللہ

بعد السلام علیکم و برخورداری کے استفسار

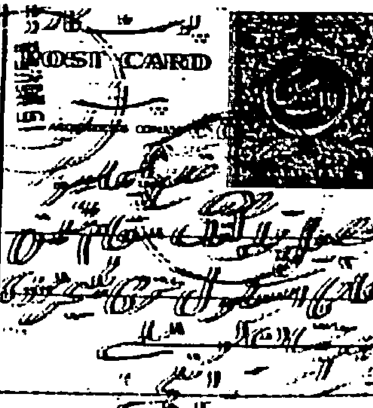
[illegible]

POST CARD

[illegible]

مولانا مفتی محمد عمرؒ بنام مولانا مفتی محمد عثمانؒ

برخوردار محمد عثمان سلمک اللہ الرحمن
بعد برخوردار [illegible] السلام علیکم
خط تیرا ملا احوال سے آگاہی
ہوئی ادھر بفضل اللہ خیریت ہے
فصل مکی کی کٹائی ہو گئی ہے
[illegible] ہو گئی ہے اور
[illegible] شروع ہے سب برخوردار
[illegible] ملاقات کے
[illegible] ہیں والدہ صاحبہ
دعا [illegible]
[illegible]



مولانا مفتی محمد عمرؒ بنام مولانا مفتی محمد عثمانؒ

اخطل بنی امیہ کا شاعر تھا ایک دفعہ
اس نے یزید کے انصار پر سخت طعن
کیا اور دو شعروں میں تو حد کر دی

ذھبت قریش بالسماحۃ والندی
واللوم تحت عمائم الانصار
فذروا المعالی لستم من اھلھا
وخذوا مساحیکم بنی النجار

یعنی قریش اپنی اچھی عادتوں کے ساتھ
وہاں آئے ہیں مگر انصار کے عماموں
کے نیچے کمینگی اور پستی چھپی ہوئی ہے تم
عزت و آبرو کی باتیں چھوڑ دو تم
اس کے اہل نہیں ہو اے بنو نجار
تم اپنی پھاوڑیوں کا پیشہ سنبھالو
انصار کے سردار نعمان بن بشیر امیر
معاویہ کی خدمت میں حاضر ہو کر
شکایت کی تو امیر معاویہ
تسلی دی اور امیر معاویہ نے اخطل
کو بلایا اور اسے خوب ڈانٹا

(عمر بن عبد العزیز ص ۲۱۹)

عکس تحریر مولانا مفتی محمد عثمانؒ



علاقہ چھچھ ضلع اٹک کی سرزمین کو اللہ جلّ شانہٗ نے بلا کی زرخیزی سے نواز رکھا ہے۔
یہاں کی سرزمین تاریخی اسرار و رموز کے ساتھ ساتھ علمی دفینوں کی بھی امین ہے۔اس سرزمین سے علوم و معارف کے وہ سوتے پھوٹے ہیں، جن کی مہک اطرافِ عالم میں پھیلی ہوئی ہے۔آج جب ہم تاریخ کے اوراق پلٹتے ہیں تو یہاں ہمیں آسمانِ علم و ادب کے مہر و مہ کی ایک کہکشاں نظر آتی ہے۔
ان میں علما کی شان منفرد ہے، اِن قدسی صفات شخصیات میں پٹھانوں کے شاہ ولی اللہ شیخ الحدیث مولانا نصیرالدین غورغشتویؒ، شیخ الحدیث مولانا عبدالرحمٰن کامل پوریؒ (صدر مدرس مدرسہ سہارن پور)، شیخ الحدیث مولانا عبدالغنیؒ (جلالیہ)، شیخ الحدیث مولانا عبدالدیانؒ (دامان) وغیرہم جیسی نابغۂ روزگار شخصیات نے چھچھ کی شہرت کو دوام بخشا ہے، اِنہی پاکیزہ ہستیوں میں شمس آباد کے ایک علمی گھرانہ کے بعض افراد کو اللہ کریم نے شہرت و ناموری سے نوازا، مگر آج ان کے سوانح و افکار سے بہت ہی کم لوگ واقف ہیں۔اس گھرانے کے ایک فرد فضل حق محدث شمس آبادیؒ نے حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ اور مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ سے مکہ مکرمہ میں رہ کر سندِ حدیث حاصل کی اور ایک طویل عرصہ تک اپنے علاقہ میں خدمتِ حدیث میں مصروفِ کار رہے، ان کے صاحبزادے مفتی محمد عمر شمس آبادیؒ بھی مدتوں منبر و محراب کی خدمت میں مصروفِ عمل رہے مگر آج ان کے حالات سے بہت کم لوگ واقف ہیں۔ان کے صاحبزادے مفتی محمد عثمانؒ فاضلِ دیوبند کو اللہ کروٹ کروٹ جنت عطا فرمائے، جنہوں نے اپنے اسلاف کے حالات مختصراً ایک تذکرہ کی صورت قلم بند کر دیئے تھے اور آفرین ہے اُن کی بیٹی اور داماد محمد عمر توحیدی کو جنہوں نے ان کاغذات کو سینے سے لگائے رکھا اور آج اس علمی امانت کو علمی دنیا کے حوالے کر کے اپنے اجداد اور علمی دنیا کے حضور سرخرو ہو رہے ہیں۔

راشد علی زئی